عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد نمبر ۱۶ | ۱۸ تا ۲۴ شعبان ۱۴۱۸ھ بمطابق ۱۹ تا ۲۵ دسمبر ۱۹۹۷ء | شمارہ نمبر ۳۰

عالم انسانی کے لئے سب سے بڑا فتنہ

ام المؤمنین

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی سیرت و کردار

فریبِ قادیانیت

علمی و عملی شخصیت

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ

جارج واشنگٹن کے پوتے کا قبولِ اسلام

آخرت کی جزا و سزا

بروز حشر شفاعت محمدی کی تفاصیل

س...... بروز محشر شفاعت امت محمدیؐ کی تفاصیل کیا ہیں؟۔

ج...... ان تفصیلات کو قلم بند کرنے کے لئے تو ایک دفتر چاہئے' مختصر یہ ہے کہ شفاعت کی کئی صورتیں ہوں گی۔

اول..... شفاعت کبریٰ' یہ صرف آنحضرتؐ کے ساتھ مخصوص ہے۔ قیامت کے دن جب لوگوں کا حساب و کتاب شروع ہونے میں تاخیر ہوجائے گی تو لوگ نہایت پریشان ہوں گے لوگ کہیں گے کہ چاہئے ہمیں دوزخ میں ڈال دیا جائے مگر اس پریشانی سے نجات مل جائے۔ تب لوگ اپنے علماء سے اس مسئلہ کا حل دریافت کریں گے۔ علماء کرام کی طرف سے فتویٰ دیا جائے گا کہ اس کے لئے کسی نبی کی شفاعت کرائی جائے' لوگ علی الترتیب سیدنا آدم علیہ السلام' نوح علیہ السلام' ابراہیم علیہ السلام' موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے مگر یہ سب حضرات معذرت کریں گے اور اپنے سے بعد والے نبی کا حوالہ دیتے جائیں گے۔

مسند ابو داؤد طیالسی (ص ۳۵۴ مطبوعہ حیدر آباد دکن) کی روایت میں ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام شفاعت کی درخواست کرنے والوں سے فرمائیں گے:

"یہ بتاؤ! اگر کسی برتن پر مہر لگی ہوئی ہو تو جب تک مہر کو نہ کھولا جائے اس برتن کے اندر کی چیز نکالی جاسکتی ہے۔"

تو وہ عرض کریں گے نہیں!

آپ فرمائیں گے کہ "پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج یہاں تشریف فرما ہیں ان کی خدمت میں حاضری دو۔"

الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا مشورہ دیں گے اور پھر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کریں گے۔ آپؐ ان کی درخواست قبول فرما کر شفاعت کے لئے "مقام محمود" پر کھڑے ہوں گے اور حق تعالیٰ شانہ' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول فرمائیں گے یہ شفاعت کبریٰ کہلاتی ہے کیونکہ اس سے تمام امتیں اور تمام اولین و آخرین مستفید ہوں گے اور سب کا حساب شروع ہوجائے گا۔

دوم: بعض حضرات' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بغیر حساب کے جنت میں داخل کئے جائیں گے۔

سوم: بعض لوگ جو اپنی بد عملی کی وجہ سے دوزخ کے مستحق تھے' ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ یہ شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے طفیل میں دیگر مقبولان بارگاہ الٰہی کو نصیب ہوگی۔

چہارم: جو گناہ گار دوزخ میں داخل ہوں گے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم' حضرات انبیاء کرام علیہم السلام' حضرات ملائکہ اور اہل ایمان کی شفاعت سے جنت میں داخل کیا جائے گا...... ان سب حضرات کی شفاعت کے بعد حق تعالیٰ شانہ تمام اہل لا الہ الا اللہ کو دوزخ سے نکال لیں گے۔ (یہ گویا ارحم الراحمین کی شفاعت ہوگی) اور دوزخ میں صرف کافر باقی رہ جائیں گے۔

پنجم: بعض حضرات کے لئے جنت میں بلندی درجات کی شفاعت ہوگی۔

ششم: کافروں کے لئے دوزخ میں تخفیف عذاب کی شفاعت ہوگی۔

ان تمام شفاعتوں کی تفصیل احادیث شریف میں وارد ہیں۔

خدا کے فیصلہ میں شفاعت کا حصہ

س...... اگر شفاعت فیصلے پر اثر انداز نہیں ہوسکتی تو اس کا فائدہ معلوم نہیں اور اگر یہ فیصلے پر اثر انداز ہوتی ہے تو یہ تصرف ہے اس لئے شفاعت کے بارے میں آپ کا جواب اطمینان بخش نہیں ہے۔

ج...... "الا باذنہ" تو قرآن مجید میں ہے اس لئے شفاعت بالاذن پر ایمان لانا تو واجب ہوا' رہا تصرف کا شبہ تو اگر حاکم ہی یہ چاہے کہ اگر اس گناہگار کی کوئی شفاعت کرے تو اس کو معاف کردیا جائے گو معاف وہ از خود بھی کرسکتا ہے مگر شفاعت میں شفیع کی وجاہت اور حاکم کی عظمت کا اظہار مقصود ہو تو اس میں اشکال کیا ہے؟۔

قیامت کے دن کس کے نام سے پکارا جائے گا

س...... قیامت کے دن میدان حشر میں والدہ کے نام سے پکارا جائے گا یا والد کے نام سے؟

ج...... ایک روایت میں آتا ہے کہ لوگ قیامت کے دن ماں کی نسبت سے پکارے جائیں گے لیکن یہ روایت بہت کمزور بلکہ غلط ہے۔ اس کے مقابلے میں صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے' جس میں باپ کی نسبت سے پکارے جانے کا ذکر ہے اور امام بخاریؒ نے اس پر باب باندھا ہے کہ "لوگوں کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارا جائے گا" اور یہی صحیح ہے۔ (صحیح بخاری' کتاب الادب' باب مایدعیٰ الناس باباۂھم ص ۹۱۲' ج ۲)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوت

سرپرست: حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول: عبدالرحمن باوا

مدیر: مولانا اللہ وسایا

جلد ۱۶ شمارہ ۳۰ ۱۸ تا ۲۴ شعبان ۱۴۱۸ھ بمطابق ۱۹ تا ۲۵ دسمبر ۱۹۹۷ء قیمت: ۵ روپے

مجلس ادارت

- مولانا عزیز الرحمن جالندھری
- مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
- مولانا نذیر احمد تونسوی
- مولانا منظور احمد حسینی
- مولانا محمد جمیل خان
- مولانا سعید احمد جلالپوری
- مولانا محمد اشرف کھوکھر

سرکولیشن مینجر

- محمد انور

قانونی مشیر

- حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

ٹائیٹل و تزئین

- ارشد دوست محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

- اداریہ ۳
- عالم انسانی کے لئے سب سے بڑا فتنہ (مولانا واضح رشید ندوی) ۶
- فریب قادیانیت ...... (الحافظ بشیر احمد مصری) ۹
- جارج واشنگٹن کے پوتے کا قبول اسلام (نذر الحفیظ ندوی) ۱۳
- حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی سیرت و کردار (بیگم عجائب سلطانہ قریشی سہام) ۱۷
- آغا شورش کاشمیری (شیخ حسین اختر لدھیانوی) ۱۹
- حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ (طاہر بن کامل) ۲۱
- حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہم کے خلفاء کی فہرست ۲۳
- پچاس سالہ دینی تحریکات کا جائزہ (محمد فاروق قریشی) ۲۵

رابطہ دفتر

جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) ایم اے جناح روڈ، کراچی
فون ۷۷۸۰۳۳۷، فیکس ۷۷۸۰۳۴۰

مرکزی دفتر

حضوری باغ روڈ ملتان فون ۵۱۴۱۲۲، ۵۸۳۴۸۶ فیکس ۵۴۲۲۷۷

LONDON OFFICE

35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE 0171 737-8199

زر تعاون

سالانہ: ۲۵۰ روپے
ششماہی: ۱۲۵ روپے
سہ ماہی: ۷۵ روپے

اگر دائرے میں سرخ نشان ہے تو سالانہ زرتعاون ارسال فرما کر سالانہ خریداری کی تجدید کروالیجئے ورنہ پرچہ بند کر دیا جائیگا۔

زر تعاون بیرون ملک

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۹۰ امریکی ڈالر
یورپ، افریقہ ۷۰ امریکی ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات
بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک ۶۰ امریکی ڈالر

چیک، ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت نیشنل بینک پرانی نمائش، اکاؤنٹ نمبر ۹-۲۸۷ کراچی (پاکستان) ارسال کریں

ناشر: عبدالرحمن باوا
مطبع: القادر پرنٹنگ پریس
طابع: سید شاہد حسن
مقام اشاعت: ۱۰۳ میزرٹہ لائن کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرزا طاہر کا آئین سے غداری کا کھلا اعلان

گزشتہ جمعہ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر نے جمعہ کے خطبے میں کہا کہ قادیانیوں کو توقع تھی کہ جمعہ تک آئین ٹوٹ جائے گا اور اگر یہ آئین نہ ٹوٹا تو ملک ٹوٹ جائے گا اور یہ آئین ملک کو دیمک کی طرح چاٹ لے گا اور یہ آئین ردی کا ایک ٹکڑا ہے۔ اپنے اس خطبے میں پاکستان اور آئین سے متعلق بہت ساری باتیں کہیں ہیں۔

مرزا طاہر قادیانی جماعت کے پانچویں سربراہ ہیں اور یہ قادیانی جماعت کے اس وقت سربراہ بنے جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ مرزا ناصر کے زمانہ میں ربوہ میں نوجوانوں کی تنظیم فرقان بٹالین کے یہ سربراہ تھے اور ربوہ ریلوے اسٹیشن پر نشتر کالج کے مسلمان طلباء کو قادیانیوں نے جو وحشیانہ انداز میں تشدد کا نشانہ بنا کر شدید زخمی کیا تھا وہ مرزا طاہر کی سربراہی اور کمان میں کیا گیا تھا‘ انہی کے دور خلافت میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا محمد اسلم قریشی کے اغواء کا واقعہ پیش آیا‘ قادیانی جماعت کا سربراہ بننے کے بعد انہوں نے اپنی جماعت کو حکم جاری کیا تھا کہ وہ جارحانہ انداز میں تبلیغی سرگرمیاں شروع کریں اور اگر مسلمان منع کریں تو فساد سے گریز نہ کریں اور کہیں لڑائی ہو جائے تو اس کی ویڈیو وغیرہ بنائیں اور پھر وہ ان فلموں کو مغربی ممالک میں پیش کر کے پاکستان اور مسلمانوں کے خلاف مذموم پروپیگنڈہ میں استعمال کرتے۔ ۱۹۸۴ء جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں‘ جب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے آئینی ترمیم کے سلسلے میں قانون سازی کا مطالبہ کیا اور مجبوراً" مولانا خواجہ خان محمد صاحب اور مولانا مفتی احمد الرحمٰن کی قیادت میں تحریک چلانے کا فیصلہ کیا۔ آخری حربہ کے طور پر اسلام آباد کی مرکزی مسجد سے ایوان مجلس شوریٰ تک جلوس اور دھرنے کا اعلان کیا اس کے نتیجے کے طور پر جنرل ضیاء الحق مرحوم نے راجہ ظفر الحق کو ذمہ داری سونپی کہ وہ اس سلسلے میں آرڈی نینس تیار کریں‘ ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو صدر ضیاء الحق مرحوم نے امتناع قادیانیت آرڈی نینس جاری کیا تو مرزا طاہر راتوں رات پاکستان سے فرار ہو کر لندن چلے گئے اور وہاں مرکز قائم کر کے قادیانیت کی تبلیغ شروع کر کے پاکستان کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا‘ اس سے قبل جب پاکستان کے سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی ہوئی تھی تو چونکہ بھٹو صاحب کے دور میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی ترمیم قومی اسمبلی نے منظور کی تھی اس لئے ان کی پھانسی پر مرزا طاہر نے اعلان کیا کہ ان کا دشمن کتے کی موت مر گیا‘ ۱۹۸۴ء میں مرزا طاہر نے قادیانی جماعت کو حکم دیا کہ وہ امتناع قادیانیت آرڈی نینس کو تسلیم نہ کریں اور کھلے عام اس کی مخالفت کریں تاکہ ملک میں فساد ہو اور اس فساد کو بہانہ بنا کر وہ پاکستان کے خلاف مغربی اقوام کو ابھاریں اور دباؤ ڈال کر اس قانون کو ختم کرائیں اس موقع پر قادیانی جماعت کے افراد نے اپنے سینوں پر کلمہ طیبہ آویزاں کر کے مسلمانوں کی آبادی میں گھومنا شروع کیا۔ اپنی عبادت گاہوں پر کلمہ طیبہ آویزاں کرنا شروع کیا‘ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں نے اس موقع پر تحمل کا ثبوت دیتے ہوئے اس مسئلہ کو قانونی طور پر حل کرنے کی تحریک چلائی اور کوئٹہ میں ان افراد کے خلاف مقدمہ دائر کیا اور اس کے بعد دوسرے شہروں کی عدالتوں میں مقدمات دائر کئے۔ ہائی کورٹ نے قادیانی جماعت کی ان سرگرمیوں پر پابندی عائد کر کے مرزا طاہر کے ان مذموم مقاصد کو ناکام بنا دیا۔ قادیانی جماعت نے امتناع قادیانیت آرڈی نینس اور ربوہ کے سالانہ جلسے پر پابندی اور شعائر اسلام استعمال کرنے پر پابندی کے خلاف بنیادی انسانی حقوق کے حوالے سے عدالت عظمیٰ میں درخواستیں دائر کیں‘ پاکستان کی عدالت عظمیٰ نے تمام درخواستوں کے حوالے سے فیصلہ دیا کہ قادیانی جماعت جھوٹے دعوائے نبوت کی وجہ سے ملت اسلامیہ کے کسی فرقے میں شامل نہیں بلکہ ایک الگ ملت ہے‘ ہندوؤں‘ عیسائیوں‘ سکھوں کی طرح ان کو شعائر اسلام استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔ ان کو اپنے الگ مذہب کے لئے الگ طریقہ عبادت اور الگ شعائر بنانے چاہئیں‘ قومی اسمبلی‘ ایوان بالا‘ نچلی سطح کی عدالتوں سے لیکر عدالت عظمیٰ تک تمام کی طرف سے فیصلوں کے بعد قادیانی جماعت کے لئے بہترین طریقہ یہ تھا کہ یا تو ان عقائد سے برات کا اعلان کر کے توبہ کر کے دوبارہ مسلمانوں کی صف میں شامل ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل ہوتے اور مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت سے نفرت کا اظہار کرتے لیکن قادیانی جماعت اور اس کے سربراہ مرزا طاہر نے اسلام دشمنی اور پاکستان دشمنی کی سرگرمیوں کو تیز کر دیا‘ اور پاکستانی آئین کے خلاف پروپیگنڈہ مہم شروع کر دی۔ گزشتہ تیرہ سال سے لندن میں بیٹھ کر مرزا طاہر جو خطبات دیتے ہیں وہ پاکستان کے خلاف زہریلے پروپیگنڈوں سے بھرے ہوتے ہیں پاکستان میں آسمانی آفت آجائے یا کوئی سیاسی بحران یا کوئی اور مصیبت‘ مرزا طاہر ان کی آڑ میں آئین پاکستان اور پاکستانی علماء کرام کو تختہ مشق بنانے سے گریز نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک آئین کی حیثیت ایک ردی کے کاغذ سے زیادہ کچھ نہیں۔ امریکہ اور مغربی اقوام سے وہ کئی دفعہ مطالبہ کر چکے ہیں کہ وہ پاکستان پر دباؤ ڈال کر قادیانیوں کے خلاف ان ترامیم اور آرڈی نینس کو منسوخ کرائیں یہی وجہ ہے کہ ایک دفعہ امریکہ کی جانب سے امداد کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ پاکستانی حکومت قادیانیوں سے متعلق کی گئی قومی اسمبلی کی ترمیم کو ختم کرے۔ گزشتہ پانچ سال قبل مرزا طاہر نے تسلسل سے پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ پاکستان میں قادیانیوں پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔ ان کو پاکستان میں رہنے نہیں دیا جا رہا جبکہ حقیقت اس کے برعکس تھی‘ قادیانی جماعت کے کسی فرد پر کسی قسم کی بھی پابندی نہیں کی گئی اور نہ ہی ان کو کسی سرگرمیوں سے روکا گیا۔ حیرت کی بات تو یہ ہے آئینی ترمیم اور امتناع قادیانیت آرڈی نینس کے اجراء کے باوجود آج بھی پنجاب میں بعض علاقے ایسے ہیں جہاں پر مکمل طور پر قادیانیوں کا کنٹرول ہے اور ان علاقوں میں عالمی مجلس تحفظ ختم کے رہنما عقیدہ ختم نبوت کے موضوع پر تقریر کرنے کے لئے جا نہیں سکتے۔ خود ربوہ شہر کا ایک حصہ دیکھ لیں جہاں مکمل طور پر قادیانی جماعت کا کنٹرول ہے اس علاقے میں مسلمان نہیں جا سکتا‘ اور نہ ہی اب تک کوئی مسجد وغیرہ بنی ہے‘ ربوہ کی نئی آبادی میں کچھ مسلمانوں کو آباد کیا گیا

ہے۔ بڑے بڑے تجارتی ادارے قادیانیوں کے ہیں بڑی کلیدی آسامیوں پر اپنی آبادی کے تناسب سے بہت زائد قادیانی فائز ہیں۔ کوئی ایک واقعہ ایسا نہیں ہوا کہ کسی قادیانی کے گھر پر کسی مسلمان نے حملہ کیا بلکہ اس کے برعکس قادیانیوں نے پاکستان کے تمام شہروں اور علاقوں میں اپنی رہائش کے لئے آبادیاں منتخب کی ہوئی ہیں۔ ان آبادیوں کے اردگرد مسلمانوں میں وہ تبلیغی سرگرمیاں کرکے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ سیرت النبی کے نام پر جلسے کرتے ہیں۔ ان وجوہات کی وجہ سے اگر ان کو کہا جائے کہ یہ آئین پاکستان کی خلاف ورزی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم آئین کو نہیں مانتے کئی سال قبل مرزا طاہر نے تمام دنیا کے مسلمانوں کو مباہلہ کا چیلنج دیا۔ تمام علماء کرام نے مباہلہ کا چیلنج منظور کرکے مرزا طاہر کو ہائیڈ پارک 'مینار پاکستان اور کسی بھی ایسی جگہ جہاں مرزا طاہر چاہیں متعین کرنے کا عندیہ دیا لیکن مرزا طاہر چیلنج دے کر خاموش ہوگئے۔ تاریخیں گزر گئیں کسی مباہلہ میں حاضر نہیں ہوئے۔ بعد میں کہنے لگے کہ مباہلہ کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں فریق اپنی اپنی جگہ پر بددعائیں کرتے رہیں' حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ کا جو طریقہ ثابت ہے اس میں ضروری ہے کہ دونوں فریق اپنے اہل و عیال کے ہمراہ ایک کھلے میدان میں جمع ہوجائیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ جو حق پر ہو اس کا حق اللہ تعالیٰ ظاہر کردے۔ بہرحال مرزا طاہر کے اپنے طریقہ مباہلہ کے مطابق بھی مباہلہ کا چیلنج قبول کرنے والے کسی عالم دین کو کوئی نقصان نہیں ہوا' بلکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہر جگہ فتح نصیب کی۔ پوری دنیا میں قادیانیت کی حقیقت کھل گئی لیکن دو سال قبل اچانک مرزا طاہر نے اعلان کیا کہ جنرل ضیاء الحق مرحوم اس کے مباہلے کے نتیجے میں ہلاک ہوا تھا' حالانکہ صدر ضیاء الحق مرحوم نے مباہلہ کا چیلنج تک قبول نہیں کیا تھا۔ اسی بیان کے ضمن میں انہوں نے قادیانی جماعت کے تمام ارکان کو ہدایت کی کہ وہ پاکستان کی تباہی کے لئے رمضان المبارک میں خصوصی دعائیں کریں 'ایک سال نہیں دو سال سے قادیانی جماعت پوری طرح دعاؤں میں مصروف ہے کہ پاکستان اور پاکستان کے مسلمان تباہ ہوجائیں۔ اس سال جولائی میں سالانہ کانفرنس کے موقع پر مرزا طاہر نے اعلان کیا کہ یہ سال مولویوں کی بربادی کا سال ہے اور پاکستان میں جو قتل و غارت گری اور لسانی اور فرقہ ورانہ فسادات ہورہے ہیں یہ قادیانی جماعت کے ساتھ امتیازی سلوک کی وجہ سے ہورہے ہیں اور اب اس خطبہ میں انہوں نے واضح طور پر اپنی سازشوں کو بے نقاب کردیا کہ جمعہ کو تمام قادیانی آئین کے ختم ہونے کے منتظر تھے لیکن خدا کی طرف سے تاخیر ہوگئی۔

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے علماء کرام اور دنیا بھر کے مسلمانوں کا ابتداہی سے یہ موقف رہا اور قومی اسمبلی کی تقاریر ان علماء کرام مولانا مفتی محمود 'مولانا شاہ احمد نورانی' مولانا معین الدین لکھوی' مولانا غلام غوث ہزاروی' مولانا عبدالستار خان نیازی' پروفیسر غفور احمد' مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک' مولانا سید محمد یوسف بنوری وغیرہ نے صاف طور پر جتایا کہ قادیانی جماعت جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے دعویدار ہیں۔ ان کے نزدیک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نہ ماننے والے کافر اور کنجریوں کی اولاد ہیں ان کے نزدیک ایک ارب بیس کروڑ مسلمان ان کے دشمن ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نہ ماننے والوں پر عذاب آئے گا اور تباہی ان کے مقدر میں ہے۔ گزشتہ دو تین سال سے وہ پاکستان کے مسلمانوں کی تباہی کے لئے بددعاؤں میں مصروف ہیں۔ واضح طور پر انہوں نے آئین کو نہ صرف تسلیم کرنے سے انکار کردیا بلکہ آئین کی خلاف ورزی کا حکم دیا۔ آج تک مردم شماری میں وہ اپنا نام قادیانیوں والی فہرست میں درج نہیں کراتے۔ پاسپورٹ اور شناختی کارڈ پر آئین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنا نام مسلمانوں کی فہرست میں درج کراتے ہیں۔ قادیانیوں کے اس طرز عمل سے ہمیشہ حکومت وقت کو متوجہ کیا جاتا رہا لیکن حکومت اس کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے الزامات سمجھتی رہی لیکن آج مرزا طاہر نے آئین کے خلاف کھلے عام تبصرہ کرکے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے موقف کو ثابت کردیا ہے۔ بدقسمتی ملاحظہ کیجئے کہ ڈش انٹینا کے ذریعہ مرزا طاہر کی تقریر پوری دنیا میں نشر ہورہی ہے اس کے باوجود وزیر مذہبی امور راجہ ظفرالحق فرمارہے ہیں کہ ہم مرزا طاہر کے بیان کی تصدیق کررہے ہیں اس کے بعد اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ براہ راست تقریر کے بعد اب تصدیق کی ضرورت ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ ارباب حکومت اور راجہ ظفرالحق صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ آج کی بات نہیں۔ مرزا غلام احمد سے لیکر مرزا طاہر تک اور بڑے قادیانی سے لیکر چھوٹے قادیانی تک وہ اسلام کے قوانین یا پاکستان کے قوانین کے پابند ہیں بلکہ اپنے مذہب کے قوانین کے پابند ہیں۔ بھٹو صاحب کے دور میں ایئر مارشل ظفر چودھری کے حکم سے فضائیہ کے ایک دستے نے سالانہ جلسے کے موقع پر مرزا ناصر کو سلامی دی۔ جب اس پر بھٹو صاحب نے باز پرس کی تو اس نے کہا کہ میں خلیفہ کے حکم کا پابند ہوں' پاکستانی قانون کا نہیں۔ یہی صورت حال گزشتہ دنوں گمبیا میں پیش آئی' وہاں کے ڈاکٹر وغیرہ قادیانیت کی تبلیغ کرتے تھے' وہاں کے علماء کرام نے منع کیا تو مرزا طاہر نے سب کو واپس بلالیا' حکومت پر دباؤ ڈالا کہ مسلمانوں پر پابندی عائد کرو ورنہ تمام ہسپتال بند کردیں گے۔ حکومت کو مجبور کرکے رکھ دیا لیکن حکومت نے مطالبات تسلیم نہیں کئے' حکومت واضح طور پر سمجھ لے کہ قادیانی علماء یا مولویوں کے دشمن نہیں بلکہ اسلام کے دشمن ہیں۔ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے علاوہ کسی اور مذہب کو نہیں مانتے' حکومت پاکستان کو آئین کی خلاف ورزی پر سخت نوٹس لینا چاہئے اور سفارتی سطح پر تمام ممالک سے رابطہ کرکے واضح طور پر بتادینا چاہئے کہ قادیانیوں پر پابندی ملک اور ملت دونوں سے غداری کی بناء پر لگائی جاتی ہے۔ اگر قادیانی آئین کو تسلیم نہیں کرتے تو ان کی پاکستانی شہریت منسوخ کی جائے اور آئین کی خلاف ورزی پر غداری کا مقدمہ چلایا جائے بصورت دیگر اس سے بھی بڑے نقصانات کے اندیشے ہیں۔ اس سلسلے میں جسٹس (ریٹائرڈ) رفیق تارڑ کا بیان بھی قابل توجہ ہے جس میں انہوں نے اشارہ دیا کہ اس عدالتی بحران کے پیچھے بھی قادیانیوں کا ہاتھ ہے۔ بہرحال تمام حقائق کو دیکھتے ہوئے قادیانیوں کے سربراہ پر آئین کی خلاف ورزی کی تحقیق کی جائے اور قادیانیوں کو پاکستان میں رہنے کی صورت میں آئین کا پابند بنایا جائے۔ پورے ملک میں قادیانیوں نے اپنی عبادت گاہوں پر کلمہ طیبہ آویزاں کیا ہوا ہے ان کے ذمہ داروں پر توہین کلمہ طیبہ کے سلسلے میں مقدمات درج کئے جائیں۔ اگر قوانین کی پابندی کی جائے تو کسی صورت میں خرابی پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں۔

مولانا سید واضح رشید ندوی

ترجمہ: سید جاوید احمد ندوی

عالمِ انسانی کیلئے سب سے بڑا فتنہ

صیہونیت ہر اس تحریک کی پشت پناہی کرتی ہے جس کی بنیاد مذہب بیزاری اور کردار کشی پر پڑی ہو' کیونکہ یہود کا خیال ہے کہ وہ اللہ کی محبوب اور برگزیدہ قوم ہے' باقی تمام قومیں اور مذاہب شیطانی یا حیوانی ہیں۔ لہٰذا یا تو انہیں یکسر ختم کر دینا چاہئے' یا غلامی کی رسی گلے میں ڈال دینا چاہئے۔ ان کی کتابوں میں اس کی پوری صراحت ملتی ہے اور مسلمان تو خاص طور سے ان کی عداوت کا نشانہ ہیں ہی' لیکن عیسائیوں کے سلسلہ میں ان کا نظریہ اپنی درشتی اور سختی میں ویسا ہی ہے جیسا مسلمانوں کے ساتھ ہے' اسی طرح پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا موقف وہی ہے جو دیگر انبیاء کے ساتھ تھا' یہاں تک کہ خود ان کے اپنے انبیاء بھی ان کی طعن و تشنیع سے نہ بچ سکے' اسی بغض و عناد کو چھپانے کی خاطر یہود اپنی کتابوں اور عقائد کو عام کرنے سے گریز کرتے ہیں' اور کبھی کوئی کتاب منظر عام پر آجاتی ہے جس سے ان کے عقائد کا پردہ فاش ہوتا ہو یا ان کے سازشی کردار کا بھرم کھلتا ہو تو فوراً" اس پر پابندی عائد کرتے ہیں اور اسے عام ہونے نہیں دیتے جیسا کہ انہوں نے حکماء صیہون و تلمود کی دستاویزات کے متعلق سے کیا ہے یہی وجہ ہے کہ بہت سارے لوگ ان کے برے اور خبیث عزائم سے ناواقف و نا آشنا ہیں جو ان کی کتابوں میں مذکور ہیں' اسی طرح اکثر تعلیم یافتہ حضرات بھی ان کے مکتوبات و معاہدوں سے بے خبر ہیں لیکن ان کی انفرادی و اجتماعی حرکات' ظالمانہ رویے دیگر قوموں کے مقدس مقامات کے ساتھ ان کے غلط اقدامات اور ان کے فرعونی و نمرودی کردار ان کی چھپی ہوئی اس عداوت و بغض کی نشاندہی کرتے ہیں۔

ہرچند کہ یہودی تحریکیں نہایت خفیہ طریقہ پر کام کرتی ہیں' لیکن پھر بھی بہت سی تحریکوں کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ یہودی اصول کی حامل ہیں جن کا شیوہ تباہی و بربادی مچانا اور مذہب و عقیدے کی بے حرمتی کرنا ہے' اکثر محققین جنہوں نے مذہب و اخلاق کے خلاف آواز اٹھائی ہے یہودی ہیں اور **بعضوں** نے تو اپنی یہودیت پر پردہ ڈالنے کیلئے عیسائیت اختیار کرلی' بعض نے الحاد و لادینیت کا اظہار کیا۔ لیکن فی الحقیقت وہ کٹر اور غالی یہودی ہیں۔ اسی طرح یہ فرد و جماعت کی زندگی سے اخلاق و کردار کی گرفت کمزور کرنے کیلئے حریت و اباحیت کا نعرہ لگاتے ہیں۔

ایک طرف تو یہ یہودی الاصل تحریکیں ہیں' جن کا مذہب بیزاری اور کردار کشی میں اہم رول ہے اور جو قوموں کے تمدن و ثقافت' ان کے علمی سرمایوں پر پانی پھیرنے' پرسکون ماحول میں سنسنی پیدا کرنے' مختلف طبقات اور جماعتوں کے مسائل میں دخل اندازی کرنے اور ان کے جذبات کو بھڑکانے میں مصروف ہیں' تو دوسری طرف وہ ذرائع ابلاغ ہیں' جن کو یہودی ذہن نے دوسرا میدان عمل بنایا ہے' اور اس کے ذریعہ رائے عامہ پر اثر انداز ہوتا ہے اور حسب موقع اس کو استعمال کرتا ہے' چنانچہ یہ یہودی نیوز ایجنسیوں اور لاکھوں کی تعداد میں شائع ہونے والے عالمی رسائل و مجلات' ریڈیو' ٹیلی ویژن' اور سنیما پر قابض ہیں اور فلم انڈسٹری پر بھی ان کی گہری چھاپ ہے' موجودہ ذرائع ابلاغ کی تاریخ پر جن کی نظر ہے ان کیلئے یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے اس اہم شعبہ میں یہودی بہت ہی سرگرم ہیں جس میں نہایت چابک دستی اور مہارت کے ساتھ دنیا میں ہونے والے انقلابات و واقعات کا اپنے تصور کے مطابق تجزیہ کرکے لوگوں کی ذہن سازی کرتے ہیں۔

تازہ ترین ذریعہ ابلاغ "انٹرنیٹ" ہے جو اب عام ہونے لگا ہے' اس کے برے اور مضر اثرات پہلے ہی مرحلہ میں ظاہر ہو چکے ہیں جو یہودیوں کے غلط استعمال کا نتیجہ ہیں' اور اس کا نتیجہ ہے کہ مختلف سیاسی اور اخلاقی ادارے اس کے ذریعہ شائع ہونے والی خبروں اور واقعات پر شکوک و شبہات کا اظہار کر رہے ہیں اور اس طرح کی فریب کاری' جعل سازی اور حقائق کے پامالی کی کتنی ساری مثالیں سامنے آچکی ہیں' جن کا نشانہ دنیا کے مختلف ادارے بن چکے ہیں اسی لئے بعض ممالک اس نظام پر پابندی عائد کرنے کی سوچ رہے ہیں۔

ابھی کچھ ہی دن پہلے کی بات ہے کہ "انٹرنیٹ" کے ذریعہ ایک ہندوستانی اداکارہ اور ایک ہندو دیوی کی عریاں تصویر شائع کی گئی۔ اسی طرح عالمی عقائد و نظریات کے سلسلہ میں غلط اور بے بنیاد باتیں پیش کی گئیں' اس خطرے کی اصل بنیاد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ بقدر مفاد معلومات فراہم کرنے اور ترسیل وغیرہ کے مسئلہ میں غایت درجہ آسانی پیدا ہو گئی ہے کبھی تو واقعی یہ معلومات حقیقت پر مبنی ہوتی ہیں اور کبھی صرف خیالی اور بے بنیاد ہوتی ہیں اور کبھی اس کا تعلق کسی فرد سے ہوتا ہے اور کبھی کسی جماعت یا معاشرے سے اور یہی اصل خطرے کی بات

ہے اور اس سے زیادہ خطرناک بات تو یہ ہے کہ اس طرح کی معلومات فراہم کرنے والے اداروں کی تعیین مشکوک ہو جاتی ہے۔

اس ذریعہ ابلاغ کے ظہور پذیر ہونے کے تھوڑی ہی مدت بعد اس خطرے کے اثرات نمایاں ہونے لگے، چنانچہ تخریب پسند تحریکات اور غلط مکتب فکر کے لوگوں نے اس کے ذریعہ حاصل ہونے والی سہولتوں کو اپنے افکار و نظریات کو فروغ دینے کیلئے غنیمت سمجھا نتیجہ یہ ہے کہ یہی ذریعہ ابلاغ بیک وقت خبر رسانی اور حقائق پامالی دونوں کا سرچشمہ بنا ہوا ہے، مختلف ممالک نے اس خطرے کا نوٹس لیا ہے، اور اس پر پابندی عائد کرنے کی بات کی ہے۔

مجلہ اکونومست شمارہ ۵، ۱۱ جولائی ۹۷ء نے لکھا ہے کہ:

"امریکی نوجوان گزشتہ دنوں ایک سیاح کی حیثیت سے دوسرے ممالک پر حملہ آور ہوتے تھے، اور اجتماعی اور معاشرتی زندگی پر اپنا اثر ڈالتے تھے پھر بھی ان کا یہ اثر محدود ہوتا تھا۔ لیکن "انٹرنیٹ" کا حملہ وسیع و عریض پیمانہ پر گھر، خاندان اور افراد اور جماعت سب پر یکساں طور پر ہے، کیونکہ یہ لسانی تمدنی اور جغرافیائی تمام حدود کو پار کرتا جارہا ہے، اور بیک وقت سب کو اپنا مخاطب بنارہا ہے اور یہ ہر طرح کی رطب و یابس خبریں اور معلومات فراہم کررہا ہے، خواہ اس پر اتفاق ہو یا نہ ہو۔ قوموں کی سیاست و کردار میں میل کھاتی ہوں یا نہ کھاتی ہوں۔"

بین الاقوامی میگزین "اکونومست" کے مطابق ایک طرف تو ہر طرح کے مناسب و نامناسب افکار و نظریات اور مطلوب و غیر مطلوب معلومات منظر عام پر لائے جارہے ہیں، دوسری طرف ایک اور مسئلہ کھڑا ہے جو اس کے عام اور رائج ہوجانے ہی کا نتیجہ ہے، اور وہ کتابوں کے حقوق طبع کا مسئلہ ہے اس لئے کہ اب بڑی آسانی کے ساتھ کتابیں اس پر منتقل ہوتی جارہی ہیں، اب نتیجہ یہ ہے کہ ان کی طباعت و اشاعت کا مسئلہ دشوار ہوا جارہا ہے، اسی طرح جن کتابوں پر پابندی عاید ہے وہ بھی عام اور متداول ہورہی ہیں اور بعض ایسی باتیں جو صیغہ راز میں رہنے کی ہیں وہ ہر کس و ناکس کے سامنے آرہی ہیں جس کی وجہ سے بعض قابل احترام شخصیتیں بھی نازک صورتحال سے دوچار ہورہی ہیں۔

فلسطینی مسلمانوں اور پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نادیدنی اور گھناؤنی تصویروں کی ترسیل عربوں کے ساتھ دشنام طرازیاں، خلیل میں ان نادیدنی تصویروع والے پوسٹروں کو آویزاں کرنا اس جعل سازی اور حقائق پامالی کی تازہ ترین مثال ہے، اور اس کا نتیجہ ہے کہ وہاں کے مسلمان برہم اور مشتعل ہیں۔

میگزین "اکونومست" نے اپنے اسی شمارے میں لکھا ہے کہ اس طرح کے پوسٹروں کے آویزاں کئے جانے کے بعد ہی جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عجیب قسم کی صورت میں پیش کیا گیا ہے، خلیل میں کشیدگی اور تناؤ بڑھ گیا، اور فلسطینی مسلمانوں نے اس گستاخی کی تاب نہ لاکر اسرائیلی فوج پر بموں اور پتھروں کے ذریعہ حملہ کردیا، مکہ مکرمہ سے شائع ہونے والے اخبار "العالم الاسلامی" کے مطابق فلسطینی وزارت تعاون و منصوبہ بندی کے ذمہ دار نے بتایا کہ انہیں برقی ڈاک کے ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور فلسطینی مسلمانوں کی نہایت گندی تصویریں ملیں، اور یہ ڈاک (E. Mail) کے ذریعہ آئی تھی مزید براں ان کے ساتھ گستاخانہ لہجے میں دشنام طرازیاں اور زبان درازیاں بھی کی گئی تھیں۔

وزارتی ابلاغی رپورٹ میں آیا کہ کمپیوٹر اس بورڈ کا تابع ہے جس نے برقی خط بھیجا۔ اس میں اس کی صراحت ہے کہ یہ خط اولاً "نیویارک" سے کسی عنوان سے "انٹرنیٹ" کے ذریعہ بھیجا گیا۔

تصویر و رسائل کے ذریعہ اقوام و ملل پر حملہ کی خاطر "انٹرنیٹ" کا استعمال ایک عام بات ہوگئی ہے، چنانچہ عربی میگزین "المجتمع" نے ۱۵ تا ۲۱ جولائی کے شمارے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کی گئی گستاخی کی مذمت کرتے ہوئے لکھا کہ نیویارک میں یہودی تنظیموں نے مغربی کالونیوں میں ایک منظم طریقہ سے "انٹرنیٹ" کے ذریعہ یکساں مہم شروع کردی ہے اور اس سلسلہ میں اہانت آمیز تصویریں عام کردی ہیں جس میں عربوں کے خلاف نازیبا اور گستاخانہ عبارتیں بھی ہیں، لیکن صرف مسلمان ہی اس پروپیگنڈہ کا شکار نہیں ہیں کیونکہ گیلیلو نامی ایک اسرائیلی میگزین نے ایک تصویر شائع کی ہے جس میں انسانی کلوننگ کے ضمن میں حضرت مریم علیہا السلام کو گائے کے سر سے منسلک کرکے پیش کیا گیا ہے اور کوئی بعید نہیں کہ یہ تصویر بھی "انٹرنیٹ" کا ہی شاخسانہ ہو۔

دیگر اقوام و ملل سے یہود کا بغض و عناد نہایت قدیم اور مشہور ہے ان کی اس عداوت کے قصے ان کے تلمود اور مذہبی کتابوں میں مذکور ہیں، اور یہود اس کو چھپا بھی نہیں سکتے۔ ان کی پوری توجہ اگرچہ اسلام اور مسلمانوں پر ہے لیکن دوسری اقوام و ملل کے تعلق سے بھی انسانیت اور اخو ت و محبت کے جذبے سے یکسر محروم اور تہی دست ہیں۔ اس بغض و عناد کو عملی پیکر میں ڈھالنے کی خاطر وہ علم و ہنر، ابلاغ و ترسیل، سیاسی و اقتصادی ہر طرح کے وسائل سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں دوسرے ممالک میں اپنا اثر قائم کرنے کا موقع تلاش کرتے رہتے ہیں

باقی صفحہ ۱۸ پر

تیار جوشاندہ

ہمدرد کی جوشینا

نئے میٹلائزڈ ساشے میں نباتاتی اجزاء اور روغنیات کے شفا بخش قدرتی خواص مکمل طور پر محفوظ

زیادہ پُرتاثیر، زیادہ پُرافادیت

نزلہ، زکام، کھانسی اور گلے کی خراش کے علاج کے لیے قدرت کے شفاخانے میں جوشاندے کے نباتاتی اجزاء کی افادیت صدیوں سے مسلّم ہے۔ تحقیق و تجربات کی روشنی میں جدید طریقے سے حاصل کردہ جوشاندے کا خلاصہ "جوشینا" نہ صرف نزلہ، زکام، کھانسی، گلے کی خراش اور ان کے باعث ہونے والے بخار کا تدارک کرتی ہے بلکہ ان تکالیف کے خلاف قوتِ مدافعت میں بھی اضافہ کرتی ہے۔

گھر ہو یا دفتر نزلہ، زکام، کھانسی اور گلے کی خراش سے نجات کے لیے ہمدرد کی جوشینا کا ایک ساشے گرم پانی کے ایک کپ میں حل کیجیے، جوشاندے کی ایک مؤثر خوراک تیار ہے۔ نہ جوشاندہ اُبالنے کی زحمت، نہ چھاننے کا تردد۔

نزلہ زکام — جوشینا سے آرام

ہمدرد

مدینۃ الحکمہ: تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔

Adarts-HMD/J-1/95

فریبِ قادیانیت

الحافظ بشیر احمد مصری

میرے بہت سے دوستوں نے متعدد مرتبہ مطالبہ کیا ہے کہ میں اپنے مشاہدات پر مبنی قادیانیت پر اپنے خیالات قلمبند کروں تاکہ میری زندگی میں ہی وہ ضبط تحریر ہو جائیں۔ اس مختصر مضمون میں یہ نہیں کہ تفصیلات میں جایا جائے ورنہ یہ ایک ضخیم کتاب بن جائے گی اس لئے میں اختصار کے ساتھ صرف ان حالات کا ملخص درج کر رہا ہوں جن کی بناء پر میں نے قادیانیت کی بے راہ رو اور منافقانہ جماعت سے توبہ کی۔

۱۹۱۳ء میں سوء اتفاق سے قادیان میں پیدا ہوا۔ میری پیدائش کی جائے وقوع کا حادثہ میری ۱۷ سالہ زندگی میں کلنک کا ٹیکہ بنا رہا۔ بچپن میں میرے یہ ذہن نشین کرایا گیا کہ "احمدیوں" کے علاوہ دنیا بھر کے سب مسلمان کافر ہیں۔ یہ درس و تدریس اس انتہا تک تھا کہ خدا کی ذات پر ایمان بھی نہیں ہو سکتا جب تک کہ "احمدیت" کے بانی مرزا غلام احمد کی نبوت پر ایمان نہ ہو۔ نیز یہ کہ اس کے جانشین ہی اب بندے اور خدا کے درمیان وسیلہ ہیں۔

لیکن اس کے برعکس جب میں نے سن بلوغت میں قدم رکھا تو اپنے اردگرد قادیانیوں کی عمومیت کو بدکردار، عیار اور مکار پایا۔ اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں میں چند ایسے لوگ بھی تھے جو اس سلسلہ کے ابتدائی ایام میں اخلاص کے ساتھ اس جماعت میں شامل ہوئے تھے اور اس دھوکے کا شکار ہو گئے تھے کہ یہ تحریک اسلام میں ایک تجدیدی تحریک ہے۔ لیکن اس قسم کے مخلصین کی تعداد بہت کم دیکھنے میں آئی۔ اور پھر جن کو نیک و مخلص پایا ان میں بھی اکثریا تو اتنے سادہ لوح تھے کہ اپنے گردو نواح کے مذموم ماحول پر ناقدانہ نظر ڈالنے کی صلاحیت ہی نہ تھی اور یا پھر اپنے حالات کی مجبوریوں میں اتنے لاچار تھے کہ کچھ کر نہ پاتے تھے۔

نوعمری کے زمانہ میں اس قابل تو نہ تھا کہ ذہنی اعتبار سے اس بات کی اہمیت کو سمجھ سکتا کہ تحریک قادیانیت نے کس طرح اسلام کے مذہبی عقائد میں فتور ڈالنا شروع کر دیا ہے۔ البتہ ان لوگوں کے خلاف میرا ابتدائی رد عمل اخلاقیات اور جنسی بدکاریوں کی وجہ سے تھا۔ میری ذہنی اور روحانی نابالغی کی اس غیر پختگی کی حالت میں ہی قادر تقدیر نے مجھے طاغوتی آگ کی بھٹی میں پھینک کر میری آزمائش کی۔

میں ایک ۱۸ برس کا صحیح الجسم اور کسرتی نوجوان تھا جبکہ مجھے خلیفہ قادیان کا پیغام ملا کہ وہ کسی نجی کام کے سلسلہ میں بلاتے ہیں۔ یہ وہ دور تھا جب کہ میں اس شخص کو نیم دیوتا سمجھا کرتا تھا اور اس جذبہ کے تحت میں نے اس پیغام کو باعث عزت و فخر کے طور پر لیا، مجھے گمان ہوا کہ "حضور" میرے ذمہ کوئی ایسا مذہبی کام لگانا چاہتے ہیں جو رازدارانہ قسم کا ہو۔

ہماری پہلی ملاقات باضابطہ اور مقررہ اسلوب کے مطابق رہی خلیفہ مجھ سے ادھر ادھر کے ذاتی سوالات پوچھتا رہا اور میں باادب و احترام جواب دیتا رہا۔ رخصت ہوتے وقت مجھے یہ "حکم" دیا گیا کہ میں اس ملاقات کا کسی سے ذکر نہ کروں۔ اور دوسری ملاقات کا تعین کر دیا۔ اس کے بعد مزید ملاقاتیں بتدریج غیر رسمی ہوتی رہیں اور بالآخر مجھے رغبت دی گئی کہ میں ایک مخصوص "حلقہ داخلی" میں شامل ہو جاؤں۔

پتہ چلا کہ اس نیم دیوتا نے زناکاری کا ایک خفیہ اڈہ بنا رکھا ہے جس میں منکوحہ، سفیر منکوحہ حتیٰ کہ محرمات کے ساتھ کھلے بندوں زناکاریاں ہوتی ہیں۔ اس عیاشی کے لئے اس نے دلالوں اور کٹنیوں کی ایک منڈلی منظم کر رکھی ہے جو پاکباز عورتوں اور معصوم دوشیزاؤں کو پھسلا کر مہیا کرتے ہیں۔ جو عورتیں اس طرح سے ورغلائی جاتی تھیں وہ اکثر ان خاندانوں کی ہوتی تھیں جو اقتصادی لحاظ سے جماعتی نظام کے دست نگر ہوتے تھے۔ یا جن کے دماغ اندھی تقلید سے معطل ہو چکے تھے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی وجوہات اور مجبوریاں بھی تھیں جن کے باعث بہت سے لوگ اس ظالمانہ فریب کے خلاف مزاحمت کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ گاہے بگاہے جب بھی کوئی ایسا شخص نکلا جس نے سرکشی کی تو اس کا منہ بند کرنے کے لئے اسے جماعت سے خارج کر دیا جاتا۔ اس کا مقاطعہ کر دیا جاتا یا شہر بدری کا حکم صادر ہو جاتا۔ اور اس کے خلاف منظم طریق پر طنز و استہزاء کی مہم شروع کر دی جاتی تاکہ اس کی بات پر کوئی بھروسہ نہ کرے۔

مرزا خاندان، مذہبی اثر و رسوخ کے علاوہ، قادیان اور گردنواح کے اکثر زمینوں پر حقوق جاگیرداری بھی رکھتا تھا اور روحانی عقیدت کے ساتھ ساتھ ساکنین قادیان قوانین جاگیریت میں بھی جکڑے ہوئے تھے۔ اپنے مکانوں کی زمینیں خریدنے کے باوجود بھی انہیں مالکانہ حقوق (ملک مطلق) نہیں ملتے تھے اور ان کی زمیں و مکانات جاگیردار کی اجازت کے بغیر غیر منقولہ ہی رہتے

تھے' یہ وہ لوگ تھے جو اپنا سب کچھ بیچ بچا کر قادیان کی نام نہاد مقدس بستی میں اپنے بیوی بچوں کو بسانے کے لئے لائے تھے۔ اس قسم کے حالات میں اور خصوصاً" اس زمانہ میں کون جرات کر سکتا تھا کہ اس خاندان کا مقابلہ کرے جن لوگوں نے ذرہ بھر بھی صدائے احتجاج بلند کی وہ یا تو اس طرح مار دیئے گئے کہ ظاہراً" کسی حادثہ سے مرے ہوں اور یا پھر ایسے لاپتہ ہوگئے کہ ان کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ جب کہ یہ سب ستم ہائے پارسائی ہو رہے تھے۔ مسلمان علماء اپنی سادگی میں یہ گمان کئے بیٹھے تھے کہ مرزائیت کو عقائد کی رو سے مناظروں اور مباحثوں کے میدانوں میں شکست دے دیں گے۔

جب میں اس انتہائی ذلیل اور وحشیانہ ماحول سے دور ہوا تو اپنی لاچارگی کے احساس سے دماغ مختل ہوگیا۔ مجھے ابھی تک وہ بیدار راتیں یاد آتی ہیں جن میں میں بے یار ومددگار خاموش آنسوؤں سے اپنے تکئے تر کیا کرتا تھا۔ اس خیال سے کہ میری باتوں پر یقین نہیں کیا جائے گا۔ میں اپنے والدین کو بھی نہیں بتا سکتا تھا کہ کیا اودھم مچا ہوا ہے۔ اسی طرح اپنے دوستوں سے بھی ان حالات پر تبادلہ خیالات نہ کر سکتا تھا کہ کہیں وہ خلیفہ کے مخبروں سے ذکر نہ کردیں۔ میرے لئے ایک راستہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ کہیں روپوش ہوجاؤں۔ لیکن اس کا ایک نتیجہ یہ ہوتا کہ یونیورسٹی میں میری تعلیم چھٹ جاتی۔ اس کے علاوہ یہ اخلاقی ذمہ داری بھی مانع تھی کہ اپنے والدین کو ان بدچلنیوں اور بدکاریوں سے لاعلمی کی حالت میں چھوڑ کر فرار ہوجانا ان سے دغا کرنے کے مترادف ہوگا۔

اس ذہنی کشمکش کی حالت میں یہ خیال بھی آتا کہ اس مذہبی دھوکہ باز کو قتل کردوں۔ لیکن باوجود کم عمری کے منطقی استدلال غالب آجاتا کہ قتل کی صورت میں عوام الناس یہ غلط نتیجہ نکال لیں گے کہ قاتل کوئی مذہبی متعصب تھا اور مقتول کو تاریخی اسناد ایک شہید کا درجہ دے دیں گی۔ پھر یہ بھی سوچتا تھا کہ ایک فوری اور ناگہانی موت اس شخص کے لئے عقوبت کی بجائے ایک عطیہ نعمت بن جائے گی۔ اس قسم کا شخص تو ایسی موت مرنے کا مستحق ہوتا ہے جو معذبانہ ہو۔ محض اس لئے نہیں کہ وہ اس قسم کے پاجیانہ اور ظالمانہ افعال کرتا ہے بلکہ خصوصاً" اس لئے کہ وہ یہ افعال مذمومہ خدا اور مذہب کے نام پر کرتا ہے۔

چنانچہ بعد کے حالات نے میری توجیہات کی تصدیق کی۔ انجام کار یہ شخص فالج میں مبتلا ہو کر کئی سال تک طول گھسیٹتا رہا اور ایڑھیاں رگڑتے جہنم رسید ہوا۔ ایک ڈاکٹر نے جو آخری ایام میں اس کا معالج تھا بتایا کہ وہ انتہائی ضعیف العقل ہوچکا تھا اور کلمہ یا اور کسی دعا کی بجائے فحش اناپ شناپ بکتے اس نے دم توڑا۔

ان سب توجیہات کے علاوہ ایک وجہ اور بھی تھی جس کے ماتحت میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس ایک فرد کا قتل بے نتیجہ اور بے اثر ہوگا' مجھ پر یہ حقیقت واضح ہوچکی تھی کہ قادیان کے معاشرہ میں اس قسم کی بدچلنیاں اور بدمعاشیاں اس ایک شخص کے مرجانے سے ختم نہ ہوں گی۔ صرف یہ شخص بذات اکیلا جنسی خبط میں مبتلا نہ تھا' بلکہ اس کے دونوں بھائی اور نام نہاد "خاندان نبوت" کے اکثر افراد بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ اس جماعت کے سرکردگان جو ذمہ دارانہ عہدوں پر فائز تھے ان میں سے بھی اکثر نمائشی داڑھیوں کو لہراتے اپنے اپنے سیاہ کاریوں کے اڈے جمائے بیٹھے تھے اور یہ سب کچھ ان لوگوں کی آپس میں اس خاموش تفہیم کے ماتحت ہو رہا تھا کہ "تم میری داڑھی نہ نوچو تو میں تمہاری داڑھی نہ نوچوں گا" درحقیقت قادیان کے نظام میں اعلیٰ عہدوں پر تقرر اکثر اسی قماش کے لوگوں کا ہوتا تھا جو مرزا خاندان کے اسلوب زندگی اور ان کی جنسی قدروں کو اپنا لیتے تھے' یعنی اس خاندان کی مطلق العنان جنسی قدروں کے مطابق جس خاندان کو یہ لوگ "خاندان نبوت" کے نام سے موسوم کرنے کی جرات اور گستاخی کرتے ہیں۔

یہ کوئی غیر متوقع بات نہ تھی کہ اس قسم کی اخلاقی قیود سے آزاد عیاشیوں کی افواہیں باہر بھی پھیلنا شروع ہوگئیں اور باہر سے اوباش نوجوان اس جماعت میں شامل ہونے لگے تاکہ ان جنسی پابندیوں سے آزاد ہوجائیں جو ایشیائی تمدن و ثقافت ان پر عائد کرتا ہے' اور اس طرح یہ شیطنیت اب دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا۔

خلیفہ کے اس خفیہ اڈے سے قطع تعلق کر لینے کے بعد میری زندگی دائمی طور پر خطرہ میں رہنے لگی اس کے غنڈوں نے سایہ کی طرح میرا تعاقب کرنا شروع کردیا۔ ایسی مایوس کن اور پرخطر حالت میں میرے لئے کوئی چارہ نہ تھا سوائے اس کے کہ کھلم کھلا مقابلہ پر اتر آؤں اور انجام خدا پر چھوڑ دوں۔ چنانچہ میں خلیفہ سے ملنے گیا۔ اور اسے ایک تحریر کی نقل دکھائی جس میں میں نے اس کے کرتوتوں کی تفاصیل لکھی تھیں اور اس کے شرکائے جرم کے نام' تاریخیں وغیرہ درج کی تھیں۔ میں نے اسے بتایا کہ اس تحریر کی نقلیں میں نے بعض ذمہ دار احباب کے پاس محفوظ کرائی ہیں اور انہیں ہدایت کی ہے کہ ان لفافوں کو میری موت یا میرے لاپتہ ہوجانے پر کھول لیا جائے اس حکمت عملی نے مطلوبہ مقصد پورا کردیا اور میں بلاخطر آزادی سے قادیان کے گلی کوچوں میں پھرنے لگا۔

جیسے جیسے مجھ پر قادیان کے اس گندے ماحول کا انکشاف ہوتا گیا' اسی نسبت سے میں مذہب سے بیزار ہوتا گیا۔ صرف قادیانی مذہب سے ہی نہیں بلکہ مجموعی طور پر دائرہ مذہب سے اور بتدریج یہ حالت دہریت تک پہنچ گئی۔ لیکن

اس کے ساتھ ساتھ اس سقیم حالت نے ایک روحانی خلاء بھی پیدا کردیا۔ جس کو پر کرنے کے لئے میری تنہا ذات میں طاقت نہ تھی۔ بالآخر مجھے اپنے والد صاحب کو یہ سب حالات بتانا پڑے جو طبعاً" ان کے لئے انتہائی صدمہ کا باعث ہوئے۔ قدرتاً" وہ ایک بچے کی باتوں کو بلاتصدیق مان نہیں سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے محتاط طور پر تحقیقات کرنا شروع کردی اور کچھ عرصہ میں ہی ان پر ثابت ہوگیا کہ میں سچ کہہ رہا ہوں......

میرے والد صاحب نے اس نام نہاد خلیفہ کو ایک خط لکھا جس میں مطالبہ کیا کہ وہ ان الزامات کی تکذیب کرے یا اپنی بدکاریوں کا کوئی شرعی جواز پیش کرے یا پھر خلافت سے معزول ہوجائے۔ اس خط کا خلیفہ نے کوئی جواب نہ دیا لیکن دو مزید خطوط کے بعد اس نے اعلان کردیا کہ شیخ عبدالرحمٰن مصری (میرے والد صاحب) اور ان کے خاندان کے سب افراد کو جماعت سے خارج کرکے ان کا مقاطعہ کیا جاتا ہے۔ میرے والد صاحب کے یہ تینوں خطوط اس زمانہ میں چھپ گئے تھے۔

اس قسم کے مقاطعہ کے اصل ہتھکنڈے یہ ہوتے تھے کہ کسی شخص یا خاندان کا کلیتاً" بائیکاٹ کرکے اس کا "حقہ پانی" بند کردیا جاتا تھا۔ ان حالات میں ہمارے خاندان کی جانیں اتنے خطرہ میں تھیں کہ حکومت کو ہماری حفاظت کے لئے فوجی پولیس کے دستے متعین کرنا پڑے جو چوبیس گھنٹے ہمارے مکان کے گرد پہرہ دیتے تھے۔ ہم میں سے کسی کو بھی بغیر پولیس کی نگرانی کے گھر سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی، لیکن باوجود اس قسم کی حفاظتی پیش بندیوں کے مجھ پر اور میرے دو ساتھیوں پر قادیان کے بڑے بازار میں دن دھاڑے حملہ ہوگیا۔ میرے ایک سن رسیدہ ساتھی کو چاقو کا گھاؤ لگا جس سے وہ جاں بحق ہوگئے اور دوسرے ساتھی کو گردن اور کندھے پر چاقو سے زخم آئے اور انہیں کافی عرصہ ہسپتال میں رہنا پڑا۔ مجھے پروردگار نے اس طرح بچالیا کہ میرے ہاتھ میں ایک پہاڑی ڈنڈا تھا جو میں حملہ آور کی کھوپڑی پر اتنے زور سے مارنے میں کامیاب ہوگیا کہ اس کے سر سے خون بہنے لگا۔ اس زخم شدہ حملہ آور کو اس کے شرکائے جرم سہارا دے کر آناً" فاناً" غائب ہوگئے اور اسے ایک ایسی پوشیدہ جگہ میں چھپادیا جو پہلے سے متعین کر رکھی تھی۔ لیکن پولیس اس کے سر سے ٹپکتے ہوئے خون کے قطرات دیکھ کر وہاں پہنچ گئی اور اسے گرفتار کرلیا۔ عدالت عالیہ میں اس کا جرم ثابت ہوا اور اسے پھانسی دی گئی۔ اس زمانہ کی قادیانی ریاست میں امن و قانون کی اتنی برملا تحقیر تھی کہ قاتل کی میت کا جلوس دھوم دھام سے نکالا گیا اور خلیفہ نے خود نماز جنازہ پڑھائی جو قادیانی مریدوں کی نظر میں بہت بڑی عزت سمجھی جاتی تھی۔

اس حادثہ کے بعد مسلمانوں کی ایک جمعیت "مجلس احرار الاسلام" نے ہماری حفاظت کے لئے رضاکاروں کے جتھے بھیجنا شروع کردیئے جو فوجی پولیس کے علاوہ تھے۔ ان رضاکاروں نے ہمارے بنگلے کے گرد میدان میں خیمے نصب کر دیئے اور ہمارا گھر ایک محصور قلعہ کی طرح بن گیا۔ اس اثنا میں مرزائی ٹولے نے میرے والد صاحب کو جعلی مقدمات میں الجھانا شروع کردیا تاکہ جماعت میں ان کی ساکھ اٹھ جائے نیز یہ کہ ان پر مالی بوجھ پڑے۔ الغرض ہر وہ کمینی چالیں چلی گئیں جن سے ان کی زندگی اجیرن ہوجائے۔ اپنے گیارہ بچوں پر مشتمل کنبے کی پرورش کے لئے نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ انہیں خاندانی زیورات اور گھر کے ساز و سامان بیچ بیچ کر گذارہ کرنا پڑا۔ ان آفت انگیز حالات کا سب سے بڑا سانحہ یہ تھا کہ اس دوران خاندان کے بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں خلل پڑگیا۔ ہم پر حملہ اور دیگر زیادتیوں کے حالات ہندوستان کے اخبارات میں باقاعدہ چھپتے رہتے تھے۔

ہمارے خاندان کو سرکاری افسران کی طرف سے اور بہت سے مخلص دوست احباب کی طرف سے بھی یہ ترغیب دی جارہی تھی کہ ہم قادیان سے نقل مکانی کرلیں۔ اور بالآخر ہم "طوعاً" و کرھاً"" لاہور منتقل ہوگئے۔ گو "احمدیوں" کے لاہوری اور قادیانی فرقوں میں عقائد کے اعتبار سے کوئی لمبا چوڑا فرق نہیں لیکن کم ازکم یہ پہلو تو تھا کہ لاہوری جماعت کا معاشرہ قادیانی معاشرہ کی طرح اخلاقی اور جنسی بدکاریوں میں ملوث نہ تھا۔

میرے والد صاحب تو لاہوری جماعت میں شامل ہوگئے لیکن جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ میرا ایمان بحیثیت مجموعی ہر مذہب سے اٹھ چکا تھا۔ اس لئے میں نے اپنے آپ کو ان بندھنوں سے آزاد رکھا۔ زندگی کے اس دور میں میرا تعلق مجلس احرار الاسلام کے سرکردہ احباب سے بڑھنا شروع ہوگیا۔ جو میرے لئے بہت روح افزا ثابت ہوا۔ ان بزرگوں میں سے بعض کے نام درج کرنا ضروری محسوس کرتا ہوں۔ مثلاً" سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب' مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی' چوہدری افضل حق صاحب' مولانا مظہر علی اظہر صاحب ان سب کو قریب سے دیکھنے پر احساس ہوا کہ یہ لوگ نیک سیرت مسلمان اور پر خلوص دوست ہیں۔

گو میرے والد صاحب نے میری دہریت کو ظاہرا" تسلیم ورضا کے ساتھ قبول کرلیا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ دل میں یہ صدمہ ان کے لئے سوہان روح بنا ہوا ہے۔ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے لئے بہت دعائیں کرتے ہیں اور مجھے بھی نصیحت کرتے رہتے تھے کہ میں دعاؤں کے ذریعہ اللہ سے ہدایت کا طالب ہوں۔ اس کا جواب میں یہ دیا کرتا تھا کہ آپ مجھ سے ایک ایسی ہستی سے دعا کرنے کو کہہ رہے ہیں جس کا وجود

ہی ہمیں بالآخر ایک بحث و مباحثے کے بعد اصول نے یہ مشورہ دینا شروع کیا کہ میں اپنی دعاؤں کو مشروطی رنگ میں کیا کروں۔ اور میں نے اس قدم کے اناپ شناپ الفاظ میں دعائیں کرنا شروع کردیں "یا اللہ! مجھے یقین ہے کہ تیری کوئی ہستی نہیں لیکن اگر تیری کوئی ہستی ہے تو اس کی کوئی علامت مجھ پر ظاہر کر ورنہ مجھے قائل الزام علامت نہ ٹھہرانا کہ میں تجھ پر ایمان نہ لایا" وغیرہ وغیرہ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ راسخ العقیدہ مومنوں کی نظر میں اس قسم کی دعا کلمہ کفر کے مترادف ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان پاک میں بے ادبی ہے لیکن اس کے باوجود میری اس طرح کی دعائیں میرے لئے ایسی مآل کار ثابت ہوئیں کہ ایک سال کے عرصہ میں ہی ان کے روحانی نتائج نکل آئے۔ مجھے تواتر کے ساتھ دو خوابیں دکھائی گئیں۔ چونکہ وہ خوابیں شخصی اور نفسیاتی کیفیت کی ہیں۔ اس لئے ان کے بیان کرنے کی جرات نہیں کرتا صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہوگا کہ یہ خوابیں خصوصاً" دوسری خواب بہت لمبی تھی۔ ایسی کہ مجھ جیسے گنہگار کے لئے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہی۔ یہاں پر اتنا بتا دینا کافی ہوگا کہ دوسری خواب کے آخری لمحات میں مجھے مرزائی خلیفہ کا چہرہ دکھایا گیا جو بھیانک طور پر سیاہ فام اور فسق و فجور سے مسخ شدہ تھا۔

ان خوابوں کے بعد میرے دل و دماغ سے بہت بڑا بوجھ ہلکا ہوگیا۔ اور میں نے فیصلہ کیا کہ اپنی کتاب زندگی کا نیا ورق الٹ کر باضابطہ اسلام قبول کرلوں۔ چنانچہ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ مجھے اپنے ساتھ مولانا محمد الیاسؒ صاحب کے ہاں مہرولی لے گئے۔ مہرولی دلی سے چند میل پر وہ قصبہ ہے جہاں پر مولانا محمد الیاسؒ صاحب نے تبلیغی جماعت کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس طرح ۱۹۴۰ء میں میں مولانا محمد الیاسؒ صاحب جیسے بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرکے مسلمان ہوا۔ اس مبارک موقع پر حسن اتفاق تھا کہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ صاحب بھی موجود تھے۔ مغرب کی نماز پڑھانے کے بعد مولانا محمد الیاسؒ صاحب چالیس کے قریب معتقدین نے میرے حق میں دعا کی۔

۱۹۴۱ء میں میں مشرقی افریقہ ہجرت کرگیا۔ ہندوستان کو خیرباد کہتے ہوئے میرے احساسات مسرت و الم کا مرکب تھے۔ بمبئی کی بندرگاہ میں جہاز کے عرشہ پر کھڑے زیرلب میں قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کررہا تھا:

وما لکم لاتقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا الخ

(النساء ۴۔۷۵)

باقی صفحہ ۱۹ پر

جبار کارپٹس

زینت کارپٹ ● مون لائٹ ● پاک پنجاب کارپٹ

یونائیٹڈ کارپٹ ● ویلنس کارپٹ ● اولمپیا کارپٹ

ڈیلرز

PH:6646888 - 6647655

FAX:092-21-521503

مساجد کیلئے خاص رعائت

۳۔ این آر ایونیو نزد حیدری پوسٹ آفس بلاک جی

برکات حیدری نارتھ ناظم آباد

ترجمہ: نذر الحفیظ ندوی

پاسبان مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

جارج واشنگٹن کے پوتے کا قبول اسلام

ذیل کا مضمون امریکیوں کے قومی ہیرو جارج واشنگٹن کے پوتے جارج اشتون کی کہانی ہے' جس کو انہوں نے ریاض ریڈیو کے شعبہ انگریزی کو انٹرویو کی صورت میں بیان کی ہے۔ بشکریہ تعمیر حیات لکھنؤ شامل اشاعت۔ (ادارہ)

س:۔ براہ کرم آپ اپنا تعارف کرائیں اور یہ بتائیں کہ اسلام کی قبولیت کے اسباب و محرکات کیا پیش آئے' اس کا آغاز کب سے ہوا؟

ج:۔ واشنگٹن کے قریبی صوبہ ورجینیا میں میری پیدائش ہوئی' میرے والد امریکی بحریہ میں ایک افسر تھے' وہ امریکی صدر جارج واشنگٹن کے پوتے تھے' میری نشوونما اور تعلیم و تربیت کے سارے مراحل خاندان ہی میں طے ہوئے میرے آباؤ اجداد کا ایک بڑا فارم ہے جو چار سو سال سے ہماری ملکیت ہے۔

بچپن ہی سے عیسائیت کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی جستجو میرے اندر تھی' میں جس پادری سے بھی یہ سوالات کرتا وہ مجھے مطمئن کرنے میں ناکام ہوجاتا' مجھے یہ یقین ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کا وجود اور حضرت عیسیٰ کا وجود دونوں الگ الگ ہے' یہ دور میری زندگی کا مشکل ترین دور تھا۔

پھر صحافتی زندگی میں جب میں نے قدم رکھا تو مجھے ایک کیمرہ مین کی حیثیت سے رسالہ ٹائم کی طرف سے لبنان کی خانہ جنگی کی تصویریں کھینچنے کے لئے بیروت جانا پڑا' یہ واقعہ ہے کہ ایک عرب اور مسلمان ملک کے سفر کا تصور کرکے مجھے خوف و گھبراہٹ ہورہی تھی' اس لئے کہ امریکی فلموں اور میڈیا نے میرے دل و دماغ میں یہ بات اچھی طرح اتار دی تھی کہ مسلمان تشدد پسند اور ظالم ہوتے ہیں' وہ انتہائی جاہل اور جنگلی ہوتے ہیں' انسانی تہذیب سے ان کا کوئی تعلق نہیں' لیکن لبنان میں داخل ہوتے ہی میرے تمام نظریات و عقائد یکسر باطل ثابت ہوئے' میں نے بچشم خود مشاہدہ اور تجربہ کیا کہ مسلمانوں اور عربوں سے متعلق جو کچھ مغربی میڈیا نے تصورات دیئے ہیں وہ جھوٹ اور گمراہ کن پروپیگنڈہ ہیں۔

جن مسلمانوں سے لبنان میں مختلف مقامات پر ہماری ملاقاتیں ہوئیں انہوں نے ہمیشہ خطرات سے ہمیں محفوظ رکھنے میں جان کی بازی لگادی' میرے کھانے پینے اور آرام و راحت کے تمام وسائل مہیا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی' جب (عیسائی فوجوں) کی کمین گاہوں سے مجھ پر گولی چلائی گئی اور میں زخموں سے چور ہوگیا تو ان مسلمانوں نے میرے علاج میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور اس طرح انہوں نے میری دیکھ بھال کی جیسے میں ان کا بھائی اور فرد خاندان ہوں' اس وقت میری عمر صرف بیس سال تھی' جس ہوٹل میں میرا قیام تھا وہیں قریب میں ایک مسجد تھی' جس کے امام سے میں ملاقاتیں کرتا اور اسلام کے بارے میں ان سے معلومات حاصل کرتا رہتا' ان ملاقاتوں سے میرے اندر اسلام سے دلچسپی پیدا ہونے لگی' لیکن اس وقت میں نے نہ قرآن پڑھا تھا اور نہ ہی حدیث سے واقف تھا' لیکن مسلمانوں سے گفتگو اور مسلسل ملاقاتوں اور ان کے قرب نے میری تمام غلط فہمیوں کو دور کردیا' میں ان مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے محاذ پر جاتا تھا تاکہ تصویریں لے سکوں' پھر میں واپس امریکہ آگیا' میں نے ازسرنو مسیحی عقائد اور مختلف عیسائی فرقوں سے متعلق مطالعہ کرنا شروع کیا' گرجا گھروں میں پادریوں سے بھی ملا' لیکن مجھے تشفی نہ ہوسکی۔

پھر مجھے افغانستان اس وقت جانا پڑا جب روس نے اس قدیم اسلامی ملک پر زبردست یورش کردی' واشنگٹن میں افغانستان کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنے والی ایک کمیٹی نے مجھے رپورٹنگ کے لئے افغانستان بھیجا تھا' میری یہ بھی ذمہ داری تھی کہ افغان مجاہدین کی ضروریات کا جائزہ لوں اور مالی و فوجی امداد کا اندازہ کروں' ہم نے بعض افغان مجاہدین کو واشنگٹن اور نیویارک مدعو کیا تاکہ وہ امریکن کانگریس کے ارکان سے تبادلہ خیال کرسکیں۔

س:۔ آپ کے افغانستان کے بارے میں کیا مشاہدات و احساسات رہے؟

ج:۔ میں نے عام افغان مجاہدین کے اندر جو اسلامی روح پائی اس نے مجھے متحیر کردیا' میں نے دیکھا کہ وہ عین معرکہ جنگ میں وقت آنے پر نمازوں کے لئے کھڑے ہوجاتے' وہ کہا کرتے کہ اپنے خالق ومالک کو راضی کرنے کے لئے ہم یہ عبادت کرتے ہیں' میں جب انہیں جوش وجذبہ سے جہاد کرتے دیکھتا اور نہتے ہوتے ہوئے بھی ایک بڑی فوجی طاقت سے لڑتے دیکھتا تو اپنے دل میں کہتا کہ یہ لوگ کمزور اور نہتے ہونے کے باوجود اپنی طاقتور دشمن پر یقیناً" فتح وغلبہ حاصل کرلیں گے' اس لئے کہ ان کے دلوں میں وہ ایمان موجزن ہے جس سے روسی فوج محروم ہے۔

میں نے قیام افغانستان کے دوران ہی احادیث نبوی' کا مطالعہ شروع کردیا' ایک حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء سے فرماتے تھے کہ وہ ایمان ہی کی بدولت کامیاب وکامران ہوں گے' اس میں شک نہیں کہ ایمان کی قوت سے بھرپور افغان مجاہدین بالاخر جدید ترین جنگی ساز وسامان سے لیس روسی فوج کو شکست دینے میں کامیاب ہوگئے۔

س:۔ آپ کی زندگی میں دوسرا موڑ کب آیا؟

ج:۔ افغانستان سے واپسی کے بعد میں صحافت کے بجائے اپنے اصل پیشہ کیمرہ مین کا کام کرنے لگا' ۱۹۸۸ء میں نیویارک میں ہم نے اپنے دوستوں کے تعاون سے ایک کمپنی کی بنیاد ڈالی "راک اینڈ رول" گانے والوں کی ایک ٹیم ہم نے تشکیل دی' وہاں سے ہماری دوسری زندگی' جو سراسر لہو ولعب اور رقص وسرود اور شراب وشباب کی زندگی جس میں قدم قدم پر لذتوں سے لطف اندوزی ہوتی ہے' امریکی سوسائٹی میں ان مشہور فلمی ستاروں سے ہماری ملاقاتیں بھی ہوئیں جن کے بارے میں ہم اخبارات میں پڑھا کرتے تھے' اس زمانہ میں ہم نے دولت اکٹھی کرنی شروع کی' ایک سال کے اندر ہی میرے پاس ستر ہزار ڈالر جمع ہوگئے' اس طرح میری زندگی میں پہلی بار اتنی بڑی رقم جمع ہوگئی۔

مجھے ایک بڑے دولتمند کی شادی کی تقریب میں ناروے مدعو کیا گیا تاکہ اس کی فلم بندی کروں' اس میں اچھے خاصے پیسے ملے' ۱۹۹۲ء میں راک اینڈ رول کے مشہور مغنی ایلٹن جان کے ساتھ سفر میں جانا پڑا تاکہ اس کے اس سفر کو کیمرہ میں محفوظ کروں' یورپ کی سیاحت کے دوران وائنا میں ہماری ملاقات پناہ گزینوں کے ذمہ دار اقوام متحدہ کے ایک عہدیدار سے ہوئی' اس نے خواہش ظاہر کی کہ آپ صرف دو دن کے لئے بوسنیا ہو کر آیئے اور وہاں کی خانہ جنگی کی بھی تصویریں لے لیجئے' میں نے اس کو جواب دیا کہ میں نے خانہ جنگی کی اتنی تصویریں اتاری ہیں جو بہت سی جنگوں کے لئے کافی ہیں' اریٹیریا' ایتھوپیا' پولیساریو (مراکش) افغانستان اور بیروت وغیرہ کی تصویریں لے چکا ہوں' لیکن اس شب جب میں اپنے ہوٹل واپس آیا تو ٹیلی ویژن پر بوسنیا کی خبریں دیکھ کر میری رائے بدل گئی' ہم نے ٹی وی پر دیکھا کہ سرائیو میں خواتین اور معصوم بچوں نے روٹی حاصل کرنے کے جو لائن لگائی تھی' اس پر سربوں نے زبردست گولہ باریاں کی ہیں' یہ خبر میرے لئے بڑے زبردست صدمہ کا باعث بنی' اور میرے احساسات کو اس نے جھنجوڑ کر رکھ دیا' اس لئے کہ افغانستان اور دوسرے مقامات پر بے گناہ بچے اور عورتیں جنگ میں قتل ہوئیں لیکن اصل جنگ میں مقابلہ مردوں کا مردوں سے تھا' لیکن بوسنیا میں جو جنگ ہورہی تھی وہ تو مکمل طور پر مسلمانوں کے خلاف تھی' ہر اس چیز کو چن چن کر نشانہ بنایا جارہا تھا جس کا تعلق اسلام اور مسلمانوں سے تھا' یہ جنگ جو سراسر ایک بھیانک نسلی جنگ تھی'

دوسرے دن میں اقوام متحدہ کے دفتر میں کام کرنے والے اس دوست کے پاس دوبارہ پہنچا تاکہ سرائیو جانے کا پروگرام ترتیب دیا جائے' ہم نے جب اس کی اطلاع رسالہ ٹائم کے صدر دفتر کو دی تو ذمہ داروں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ دو دن کے بجائے آپ دو ہفتے وہاں رہیں' لیکن میں نے کہا کہ میں صرف دو دن ہی اس کے لئے نکال سکتا ہوں' تاکہ اپنی کمپنی کے ضروری کام انجام دینے کے لئے نیویارک واپس جاسکوں۔

س:۔ پھر آپ نے بوسنیا میں کیا دیکھا؟

ج:۔ سرائیو پہنچنے کے دوسرے ہی دن ہم نے بوسنیا کی شاہراہوں پر بڑے ہولناک مناظر دیکھے' فرانسیسی بکتر بند گاڑی میں بیٹھ کر میں ایئرپورٹ کے راستے میں واقع ہسپتال گیا تاکہ وہاں کے مناظر کو کیمرے میں محفوظ کرسکوں' ہسپتال پہنچا ہی تھا کہ میں نے دیکھا کہ سرب فوجی زبردست گولہ باری ہسپتال پر کررہے ہیں۔ ہسپتال سے باہر ایک زخمی کو ہم نے فوراً" اندر پہنچایا' فرانسیسی محافظ دستے تو واپس چلے گئے' ہم وہیں ہاسپٹل میں ٹھہر گئے اور تقریباً" سولہ گھنٹے ان ڈاکٹروں اور نرسوں کے ساتھ ہم نے گزارے جو شب وروز کھانے پینے سے بے پروا ہوکر انتہائی تندہی اور توجہ ومحنت سے مریضوں کے علاج میں مشغول تھے' انہیں آپریشن کے لئے ضروری اور بنیادی سامان نہیں مل رہے تھے' ان کے پاس انجکشن اور دوائیں نہیں تھیں' آکسیجن کی شدید کمی تھی' پانی اور بجلی سے بھی یہ ہسپتال محروم تھا' بجلی کے بجائے شمع سے کام لیا جارہا تھا' بیہوش کرنے والی دوا تک نہیں تھی' باوجودیکہ ہسپتال میں آپریشن کے وسائل اور جدید ترین مشینیں موجود تھیں لیکن بجلی نہ ہونے سے سب بیکار تھیں' دوسری طرف سرب فوجیوں کی مسلسل گولہ باری نے سارا نظام درہم برہم کررکھا تھا' آکسیجن کے پائپ خالی رکھے

ہوئے تھے' چار مہینے سے یہ صورت حال تھی' ہم نے اقوام متحدہ کے آفس میں فون کرکے دریافت کیا کہ کیا آکسیجن کا انتظام ہو سکتا ہے' کیا ہاسپٹل میں مریضوں کو غذائی اشیا مہیا کی جاسکتی ہیں' لیکن اقوام متحدہ کے افسران نے یہ عذر کیا کہ اگر ہم کسی ٹرک کے ذریعہ یہ سامان پہنچانے کی کوشش بھی کریں گے تو سرب فوجیں اپنی گولہ باری سے اس کو ناکام بنادیں گی' اس لئے ہم آپ کی مدد نہیں کرسکتے' اس لئے کہ ہمارے پاس صرف تیرہ ٹرک ہیں جن پر غذائی اشیاء لدی ہوئی ہیں' ہم کسی ایک ٹرک سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں' ہم نے وہاں موجود بوسنیا کے مسلمان فوجیوں سے گفتگو کی اور کہا کہ کیا آپ کوئی بار بردار ٹرک تیار کرسکتے ہیں' انہوں نے آمادگی ظاہر کی۔ جیسے ہی ہمیں یہ ٹرک مہیا ہوگیا ہم نے بوسنیا کے مسلمان فوجیوں کے تعاون سے سفید رنگ سے ٹرک کو رنگ دیا اور اس کے ہر طرف اقوام متحدہ کا مونوگرام بنادیا۔ ہم نے ہسپتال کو درکار اشیاء کی فہرست بنائی' پھر اقوام متحدہ کے مرکزی دفتر سے غذائی اور طبی ساز و سامان لیا۔ اور خود ڈرائیور بن کر ٹرک سے ایئرپورٹ کے راستے سربوں کی چوکیوں سے گزرتے ہوئے ہسپتال پہنچ گئے۔ سربوں نے ہم سے تعرض نہیں کیا۔ دوسرے دن اقوام متحدہ کے دفتر کو حیرت اور تعجب ہورہا تھا کہ میرے پاس تو کاغذات ایک صحافی کے ہیں اور میں اقوام متحدہ کا ڈرائیور کیسے بن گیا؟ سربوں کی وحشیانہ گولہ باری سے بچ کر صحیح سلامت ہسپتال تک پہنچنا ایک معجزہ ہی تھا۔ اگر ہم اپنے کو غیر ملکی صحافی بتادیتے تو سرب ہمیں یقیناً" گولیوں سے اڑادیتے' اس لئے کہ بیسویں صدی کی جو خانہ جنگیاں ہوئی ہیں ان میں سب سے زیادہ صحافی سربوں کی گولیوں سے ہی مرگئے ہیں۔ ہم نے امریکی ذمہ داروں سے بھی مدد لی' انہوں نے ہسپتال کے لئے طبی اور غذائی اشیا تیسرے دن بھی فراہم کی' اور آکسیجن بھی وافر مقدار میں دوسرے شہر زغرب سے بھجوائی۔

س:۔ اس کے بعد آپ نے کیا کیا؟

ج:۔ میں محسوس کرنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک خاص مقصد سے بھیجا ہے' میں نے تین دن قیام کے بجائے مزید تین ہفتے یہاں ٹھہرنے کا فیصلہ کرلیا' میرے قیام کا تیسرا اور آخری ہفتہ تھا۔ مجھے ضروری تصویریں اتارنی تھیں کہ اچانک ایک کمین گاہ سے مجھ پر گولیاں چلائی گئیں جو میرے ایک بازو اور دوسری گولی میری ٹانگ میں لگی۔ بوسنیا کے مسلمان ڈاکٹروں نے فوری طبی مدد پہنچائی' اس کے بعد مکمل علاج کے لئے میونخ (جرمنی) چلاگیا جہاں امریکی ہاسپٹل میں ڈیڑھ دو مہینے علاج کی غرض سے مقیم رہا۔ ڈاکٹروں نے زخم دیکھ کر بتایا کہ اگر دو سال تک اچھی طرح علاج ہو تو آپ چل پھر سکتے ہیں' لیکن میں نے ان کی ہدایات کو نظر انداز کرکے یہ فیصلہ کرلیا کہ مجھے بوسنیا میں اپنی جدوجہد جاری رکھنا ہے' چنانچہ میں نے پلاسٹک کے تھیلوں سے اپنے پاؤں کو لپیٹ لیا' اور پھر ہاسپٹل پہنچ گیا' ایک مہینہ کے اندر میں چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا۔ جرمنی ہی میں ہم نے بوسنیا کے لئے دوائیں جمع کرنے کی مہم شروع کردی جب اچھی خاصی مقدار ضروری دواؤں کی ہوگئی تو میں بوسنیا واپس چلاگیا' یہاں مجھے ایک ایسے عجیب و غریب تجربے سے گزرنا پڑا جس سے میرے اندر گہرا زخم اور بہت غیر معمولی نفسیاتی صدمہ پہنچا۔ بلکہ اس نے میری زندگی کا رخ یکسر بدل کر رکھ دیا۔

مجھے ایک دن معلوم ہوا کہ بوسنیا کا ایک چھوٹا سا شہر سرب فوجوں کے محاصرہ میں ہے' میں نے وہاں جانے کا فیصلہ کیا' کروٹ اور بوسنیا کے فوجوں نے میرے اس فیصلہ کی مخالفت کی اور متنبہ کیا کہ آپ بہت بڑا خطرہ مول لے رہے ہیں۔ ہر طرف سربی فوج گھات لگائے بیٹھی ہے۔ یقیناً" وہ ہم کو گولیوں سے بھون دیں گے۔ آپ یہ سفر نہ کریں تو بہتر ہے' یہ سفر خودکشی کے مترادف ہے' لیکن میرا فیصلہ وہاں جانے کا اٹل تھا۔ ہم رات کی آمد کا انتظار کرنے لگے' جب اچھی طرح تاریکی چھاگئی تو ہم نے سفر کا آغاز کردیا' آخر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ سرب فوجیوں نے ہم پر گولیوں کی بوچھاڑ کردی' لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں بال بال بچالیا' جس موٹر میں سوار تھے وہ بری طرح تباہ و برباد ہوگئی۔ انجن' ٹائر اور شیشے مکمل طور پر تباہ ہوگئے' ہم واپس آگئے' دوسری موٹر لی اور ایک دوسرے راستے کا انتخاب کیا۔ جہاں سے منزل مقصود تک پہنچا جاسکتا تھا۔ وحشت ناک جنگ کے اس جہنم میں ہم نے چار خواتین کو دیکھا جو ایک دوسرے کو سہارا دے کر چل رہی ہیں۔ سربوں نے پھر ہم پر گولیاں چلائیں' ہم نے اندازہ لگایا کہ یہ خواتین اپنے جسموں کو اچھی طرح لپیٹے ہوئے ہیں' میں سمجھ گیا کہ یہ یقیناً" مسلمان خواتین ہیں۔ سربی فوجی مسلمانوں کا بھیس بدل کر مسلمان خواتین اور مردوں کو دھوکہ دیا کرتے اور ان کو قتل کردیتے۔ مجھے ایک لمحہ کے لئے شک ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ خواتین سربوں سے تعلق رکھتی ہوں اور ہم مدد کے لئے پہنچیں تو سربوں کی گولیاں کا شکار ہوجائیں' مگر ہم نے یہ بات حیرت کے ساتھ نوٹ کی کہ ان خواتین میں سے ایک کے جسم سے بری طرح خون بہہ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر میں موٹر سے اترا اور میرے ساتھ ڈرائیور بھی اتر گیا۔ یہ خواتین شدت تکلیف سے بری طرح چیخ رہی تھیں اور زار وقطار رو رہی تھیں۔ ہم جب ان خواتین کے قریب آئے تو معلوم ہوا کہ ان میں ایک بارہ سال کی اور دوسری بچی تیرہ سال کی ہے۔ ایک لڑکی کے جسم

سے خون بری طرح بہہ رہا تھا۔ میں نے اس بچی کو اپنی موٹر میں سوار کرلیا' خاتون' جس کی بچی کے جسم سے خون بہہ رہا تھا۔ بڑی مضطرب تھی' ڈرائیور نے اس کو ہمارے بارے میں بتایا کہ یہ ڈاکٹرز ہیں' میں نے وہیں فوری طبی امداد اس بچی کو پہنچانے کا فیصلہ کیا اس لئے اس کی حالت بہت سنگین ہو رہی تھی' مجھے فرسٹ ایڈ کی تربیت مل چکی تھی' جو اس موقع پر کام آئی۔ میں نے جب اس بچی کو دیکھا تو مجھے گہرا صدمہ پہنچا یہ ناقابل فراموش واقعہ تھا جو زندگی بھر نہیں بھلایا جاسکتا۔ اس بچی کی ماں نے مجھے بتایا کہ سرب فوجیوں نے اس کے ساتھ بڑی درندگی کا معاملہ کیا' اس کے بعد سے یہ بچی بے ہوش ہے اور قریب المرگ ہے نبض بھی کمزور تھی بچی کی ماں نے روتے ہوئے بتایا کہ سربوں نے اس کی مسلمان بستی پر حملہ کیا۔ تمام مردوں اور بچوں کو انہوں نے ان کے رشتہ داروں کے سامنے ایک ایک کرکے قتل کردیا۔ آخر کار ہم لوگوں نے رات کے اندھیرے میں اس گاؤں سے بھاگنے کا فیصلہ کرلیا۔ حالانکہ دونوں کی بچیاں شدید تکلیف سے دوچار تھیں۔ پھر بھی کسی نہ کسی طرح ان کو اٹھاکر ہم لوگ اس گاؤں سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔ یہ ہولناک واقعہ سن کر میں برداشت نہ کرسکا اور بری طرح رونے لگا۔

س:۔ اس واقعہ کو دیکھنے کے بعد آپ نے کیا محسوس کیا؟

ج:۔ اس واقعہ نے مجھے ہلاکر رکھ دیا' بوسنیا پہنچ کر پھر میرے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا اور اس طرح رونے لگا جیسے میری بچی کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہو۔ میں بتا نہیں سکتا کہ مجھ پر کیا گزری' میرے دل پر جو گزری وہ ناقابل بیان ہے' میں نے یہ محسوس کیا کہ اب مجھے اپنی زندگی کو ان انسانوں کو بچانے کی خاطر یکسر تبدیل کردینا چاہئے۔ اس لئے نہیں کہ یہ مسلمان ہیں بلکہ اس لئے کہ یہ انسان ہیں' بچپن میں مجھے انسانوں سے محبت کرنا سکھایا گیا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ رہ کر بھی ہم نے یہی سیکھا تھا' خاص طور سے بوسنیا کے دوران قیام اس کا مشاہدہ زیادہ ہوا۔ عجیب و غریب بات یہ ہے کہ میں عیسائی ہوکر یہ سوچ رہا تھا کہ سرب عیسائی ہوکر بھی وحشی اور درندے کیسے بن گئے تھے؟ بہرحال میں نے بوسنیا کے اس ہاسپٹل میں اس بچی کو داخل کرادیا جو خواتین سے متعلق تھا' وہاں جانے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اس طرح کے عصمت دری کے کئی کیس ہیں جن میں مبتلا خواتین اور کم سن لڑکیوں کا علاج ہورہا ہے' اور یہ صرف ایک شب میں پیش آیا تھا۔

س:۔ بوسنیا کے دوران قیام آپ کی ملاقات کسی مسلمان صحافی سے بھی ہوئی؟

ج:۔ ہاں متعدد مسلمان صحافی وہاں رپورٹنگ کے لئے گئے ہوئے تھے۔ سعودی میڈیا سے متعلق صحافی سے ہماری جب ملاقات ہوئی تو دیر تک اسلام اور مسلمانوں سے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ آخر کار میری باتیں سن کر اس صحافی نے وہی کہا جو بیروت کی مسجد کے امام نے کہا تھا کہ آپ مسلمان کیوں نہیں ہوجاتے؟ آپ کا دل تو مسلمان ہے' آپ اسلام قبول کرلیں گے تو اسلام سے متعلق بہت سے سوالات کا جواب خودبخود مل جائے گا۔ اس وقت سے مسلمان صحافی کا یہ جملہ برابر میرے ذہن میں کام کرتا رہا۔

میں نے بوسنیا کے دوران قیام ایک مسلمان خاندان کو امریکہ علاج کے لئے بھجوانے کا انتظام کیا تھا' اس خاندان کے سرپرست کینسر کے موذی مرض میں مبتلا تھے' ان کا ایک گردہ بالکل بے کار ہوگیا تھا۔ جس ہاسپٹل میں ہم نے اس خاندان کے سربراہ کو علاج کے لئے داخل کیا تھا وہاں سے ہمارا برابر رابطہ رہا' اس دوران میں نے قرآن شریف کا مطالعہ شروع کردیا تاکہ بہتر طریقہ سے براہ راست اسلامی تعلیمات کو سمجھ سکوں' چند ہی دنوں میں قرآن مجید میں مجھے اپنے ان سوالوں کا جواب تشفی بخش طریقہ سے مل گیا جس کے لئے میں برسوں سے پریشان تھا اور مجھے انجیل اور اس کے عالموں نے مایوس کردیا تھا۔

میں بوسنیا سے واپس آیا تو تیسرے دن میں اس خاندان سے ملنے ہاسپٹل گیا تاکہ ان کے حالات معلوم کروں' مجھے معلوم ہوا کہ مریض ہونے کے باوجود جمعہ کی نماز کے لئے وہ یہاں ایک قریبی مسجد میں جاتے ہیں' میں نے اس بوسنی مسلمان مریض کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔ اس وقت میں نے بڑے تاثر سے کہا کہ آپ کے دین اسلام میں سب کچھ ہے اور یہی اصل دین ہے جس پر پوری انسانیت کی نجات کا انحصار ہے۔ میں جب یہ جملہ کہہ رہا تھا اس وقت میری عجیب کیفیت تھی اندر سے میری شدید خواہش ہورہی تھی کہ اپنے اسلام کا اعلان کروں اور ابھی گھر جاکر نمازیں پڑھنے لگوں۔

س:۔ آپ کیسے اسلام لائے؟

ج:۔ میں جب گھر واپس آیا تو دوسرے دن اس بوسنی مسلمان کے انتقال کی افسوسناک اطلاع ملی۔ میں تیزی سے وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ہم سے پہلے اس شہر میں موجود مسلمانوں کی بڑی تعداد تجہیز و تکفین کے لئے پہنچ چکی ہے' یہ وہ مسلمان تھے جو ہندوستان و پاکستان' سعودی عرب' کویت اور دیگر اسلامی ملکوں سے تعلق رکھتے تھے ان کی کوئی رشتہ داری مرحوم سے نہیں تھی۔ لیکن وہ سب اس طرح شریک تھے جیسے یہ ان کے فرد خاندان اور بزرگ ہوں' ہر شخص اس خاندان کے افراد کی دلجوئی اور تسکین و دلاسہ کا فریضہ انجام دے رہا تھا' ہر شخص متاثر اور غمگین تھا۔ جو میرے لئے نئی بات تھی' جب میرے مرحوم

باقی صفحہ ۲۹ پر

بیگم عجائب سلطانہ قریشی سہام

ام المؤمنین

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی سیرت و کردار

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا نسبی سلسلہ حضور اکرمؐ کے جداعلیٰ قصی سے تیسری چوتھی پشت سے جاکر ملتا ہے۔ آپؓ کے والد کا نام خویلد اور ماں کا بنت زائدہ تھا اور دونوں کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا۔ خویلد کا شمار مکہ کے رئیس اور امیر لوگوں میں ہوتا تھا۔ جب آپؓ کے والد "حرب الفجار" کی لڑائی میں مارے گئے۔ تو باپ کی ساری جائیداد کی واحد وارث حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنیں۔ باوجود اس قدر مال اور دولت کے تکبر اور غرور کا نام و نشان تک نہ تھا' باپ کی وفات کے وقت آپؓ کی عمر مبارک ۳۰ برس تھی اس دور میں پورا عرب معاشرہ اخلاقی برائیوں میں بری طرح پھنسا ہوا تھا لیکن آپؓ پاکدامنی اور پرہیزگاری کے اعلیٰ مقام پر فائز تھیں یہی وجہ تھی کہ آپؓ کو طاہرہ کے لقب سے نوازا گیا تھا' نہایت عقلمند اور باہمت خاتون ہونے کے ساتھ ساتھ عالی ظرفی میں اونچا مقام رکھتی تھیں۔ جب ان کو تجارت کا کام زیادہ بہتر طریقہ سے چلانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو ایک دیانتدار' محنتی اور امین مددگار کی تلاش شروع کردی۔ جو حضور اکرمؐ کے سوا اور کون ہو سکتا تھا؟ حضور اکرمؐ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ اکثر اوقات تجارتی قافلوں کے ساتھ جایا کرتے تھے جن کی وجہ سے ان کو تجارت کے معاملات میں خاصا تجربہ حاصل ہوچکا تھا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو جب آپؐ کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ تجارت کے معاملات میں بہت تجربہ رکھتے ہیں تو آپؐ کو اپنے کاروبار میں شرکت کی دعوت دی۔ جب آپؐ نے رضامندی ظاہر کردی تو شام کی طرف مال دے کر آپؐ کو تجارت کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ آپؐ کے ساتھ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے ایک رشتہ دار خزیمہ اور غلام میسرہ بھی گئے۔ شام میں جب مال بیچا گیا تو دگنا منافع حاصل ہوا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ آپؐ کے اخلاق' دیانتداری اور ذہانت سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ اپنی ایک سہیلی جس کا نام نفیسہ تھا کی معرفت نکاح کا پیغام حضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ آپؐ ان کے کردار' پاکدامنی' فہم و فراست اور سیرت و کردار سے بخوبی واقف ہوچکے تھے چنانچہ اپنے چچا ابوطالب کے مشورے سے نکاح کرلیا۔ آپؓ کے مقدر میں حضور اکرمؐ کی پہلی بیوی ہونا لکھا تھا اس سے بڑھ کر اور خوش قسمتی ان کی کیا ہوسکتی تھی کہ وہ ام المومنین کے لقب سے نوازی گئیں۔ ام المومنین کا خطاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام ازواج مطہرات کو عطا ہوا تھا۔ آپؓ کو کبریٰ اس لئے کہا گیا کہ آپؓ تمام امہات المومنین میں بزرگ و برتر تھیں' شادی کے بعد آپؓ نے اپنا تمام کاروبار اور مال و دولت حضورؐ کے قدموں میں رکھ دیا تاکہ جس طرح چاہیں خرچ کریں۔ حضورؐ نے اس مال و دولت کو یتیموں' بیواؤں اور ناداروں پر اپنی مرضی سے خرچ کیا۔

آپؓ سے نکاح کے پندرہ برس بعد جب نبوت کے اظہار اور اسلام کی روشنی پھیلانے کا وقت آیا تو اس وقت حضور اقدسؐ کی عمر مبارک چالیس برس ہوچکی تھی۔ حضورؐ تنہائی پسند فرمانے لگے اور زیادہ وقت مکہ کے قریب ایک پہاڑ جس کا نام جبل نور ہے' اس کی ایک غار میں جس کا نام غار حرا ہے گزارنے لگے ایک دن یاد الٰہی میں مصروف تھے کہ اچانک جبرائیل نمودار ہوئے اور کہا پڑھ' آپؐ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں۔ حضرت جبرائیلؑ نے سرکار دوجہاںؐ کو سینے سے لگا کر عرض کیا' پڑھ چنانچہ آپؐ نے سورہ العلق کی ابتدائی آیات پڑھیں۔ نبوت کی ذمہ داریوں کے احساس سے حضور اکرمؐ نے کپکپی محسوس کی۔ گھر آکر وفاشعار بیوی کو پورا واقعہ بتایا آپؓ نے اوپر کپڑا اوڑھا دیا اور عرض کیا آپؐ صلہ رحمی' صداقت' دیانت' خوش خلقی' غرباء نوازی' یتیم پروری اور قرابت داری کا حق تو پہلے ہی ادا کرتے ہیں۔ فقیروں مسکینوں کی مدد کرتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور مظلوموں کے کام آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔ ورقہ بن نوفل نے کہا کہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا اے کاش! کہ میں اس وقت تک زندہ رہتا جب تک تمہاری قوم تم کو نکال دے گی کیونکہ اس سے پہلے پیغمبروں کے ساتھ ایسا ہی ہوا تھا۔ حضورؐ سے نکاح کے بعد آپؓ ۲۵ سال تک زندہ رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سادگی سے متاثر ہوکر سادگی اختیار کی ہر معاملہ میں حضورؐ کا ساتھ دیا۔ حضورؐ کی خواہش پر غلاموں کو آزاد کیا۔ آپؐ کی خوشنودی اور رضا الٰہی کو اپنا شعار بنایا۔ اور اہل خانہ کی تعلیم و تربیت بھی انہی بنیادوں پر کی۔ اعلان نبوت ہونے کے بعد جب آپؐ پر ناقابل برداشت مظالم ڈھائے گئے تو آپؓ ہمیشہ دیوار بن کر آپؐ کی حفاظت کرتی رہیں۔ شعب ابی طالب میں ۳ برس تک حضور اکرمؐ کے ساتھ مصیبتیں جھیلیں۔ ۶۵ برس کی عمر میں آپؓ نے جس جرات صبر و استقامت اور ایثار و قربانی کا ثبوت پیش کیا وہ مسلمان عورتوں کے لئے ایک بہترین اسوہ ہے۔ شعب ابی طالب سے کامیابی و کامرانی کے ساتھ لوٹنے کے چند دنوں بعد حضور

اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مومن و غمگسار رفیقہ حیات نے ۱۱ رمضان سنہ ۱۰ نبوت کو ۶۵ برس کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے بہتر ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی معرفت اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سلام کہلوایا تھا جنت میں موتیوں کے محل کی بشارت دی جبرائیل علیہ السلام بھی آپ کو سلام کہلواتے تھے۔

بقیہ : فریب قادیانیت

ترجمہ: "اور تمہارے پاس کیا عذر برات ہے کہ تم ان ضعیف و بے بس مردوں عورتوں اور بچوں کی مدد کے لئے اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے جو آہ و زاری سے دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نجات دلوا جس کے باشندے ظالم ہیں۔"

افریقہ میں بیس سال کی سکونت کے بعد میں نے ۱۹۶۱ء میں انگلینڈ' ہجرت کر لی جہاں پہلے ۴ برس کے قریب بطور طالب علم اپنی تعلیمی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس کے بعد "اسلامک ریویو" رسالہ کا ایڈیٹر بن گیا اور ۱۹۶۴ء میں شہ جہاں مسجد ووکنگ کا سب سے پہلا سنی امام مقرر کیا گیا یہ مسجد برطانیہ میں سب سے پہلی مسجد تھی اور اس زمانہ میں سارے یورپ کے اسلامی مرکز کی حیثیت رکھتی تھی۔ پانچ سال کی امامت کے بعد ۱۹۶۸ء میں مستعفی ہو کر بذریعہ کار تقریباً "۴۴ ممالک کا تین برس تک دورہ کرتا رہا جن میں زیادہ تر اسلامی ممالک تھے۔ اس دورہ کا اصل مقصد میری ایک دیرینہ خواہش کو پورا کرنا تھا۔ کہ بلا توسط بچشم خود مطالعہ کروں کہ اسلامی دنیا میں عوام الناس کس طرح اسلامی قدروں کو عملی طور پر نبھا رہے ہیں۔ میری ہنگامی اور نزاعی زندگی میں خدا نے جو سب سے زیادہ مسرت بخش اسلام کی خدمت کرنے کی مجھے توفیق دی وہ یہ تھی کہ ووکنگ مسجد کی امامت سے مستعفی ہونے سے قبل ایسے حالات پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ اس مسجد اور مرکز میں بھی کبھی کسی مرزائی امام کا تقرر نہیں ہو سکتا۔ وماتوفیقی الا باللہ

میں اپنے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو ایک مشورہ دینے کی جرات کرتا ہوں اس توقع پر کہ مسلم اکابرین اور اسلامی حکومتوں کے سربراہ ان خیالات اور جذبات کو اہمیت دیں گے۔ میرے یہ تاثرات قادیانیوں کے ساتھ عمر بھر کی آویزش اور تجربات پر مبنی ہیں۔ مرزائیت کے عقائد اور فرقہ بندیوں میں اب اسلام کے لئے کوئی خطرہ باقی نہیں رہا۔ اس مذہبی فریب کا بھونڈا چہرہ مدت سے بے نقاب ہو چکا ہے۔ اسلام میں بطور ایک دین الٰہی کے پوری صلاحیت ہے کہ اس قسم کی غیر شرعی تحریکوں کا مقابلہ کر سکے' لیکن مرزائیت کی طرف سے اب ایک نئے قسم کا خطرہ پیدا ہو رہا ہے۔ قادیانی ٹولے نے اب بین الاقوامی سیاست میں بھی ٹانگ کھیلنا شروع کر دیا ہے اور دشمنان اسلام کے پاس چوری چھپے اپنی خدمات بیچنا شروع کر دی ہیں جاسوسی کا پیشہ ہمیشہ پر منفعت ہوتا ہے۔ لیکن جب غیر ممالک میں جاسوسی کے اڈے مذہب کے نام پر تبلیغی مراکز کے بھیس میں کھولے جائیں تو یہ گماشتگی سودمند ہونے کے ساتھ خطرہ سے بھی آزاد اور آسان ہو جاتی ہے' غیر مسلموں کا عام طور پر یہ خیال ہے کہ ہماری طرف سے مرزائیت کی مخالفت محض مذہبی تعصب کی بناء پر ہو رہی ہے وہ یہ حقیقت نہیں سمجھ پاتے کہ عقائد کے اختلافات کے علاوہ قادیانی منڈلی کو اسلام دشمن قوموں نے خرید رکھا ہے اور انہیں اسلامی ممالک میں اپنے سیاسی اور اقتصادی فوائد کو فروغ دینے کے لئے شریک کار بنا رکھا ہے ان سب ملاحظات کے علاوہ مرزائیت کی مخالفت کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ مسلم شرفاء کے دلوں میں یہ تشویش رہتی ہے کہ قادیانی معاشرہ کا رندانہ رنگ کہیں ان کے اپنے نوجوانوں پر نہ چڑھ جائے اور ان کی اخلاقی قدروں کو گھن نہ لگا دے۔

نعوذ برب الفلق من شر ما خلق

بقیہ : سب سے بڑا فتنہ

ہیں اور ہر طرح کی تحریکات و تنظیمات میں بھی اپنے کو پیش پیش رکھتے ہیں تاکہ اپنا رسوخ قائم کر کے خلاف و کردار کو پامال کر سکیں' افکار و نظریات اور تعلیم و تربیت پر اپنی چھاپ قائم کر سکیں اور دوسری قوموں کے عادات و اطوار اور ان کے طریقہ کار کو تبدیل کر سکیں' لیکن ابھی دنیا کو اس خطرے کا احساس نہیں ہے کیونکہ اقتدار کی کرسیاں انہیں کے قبضہ تصرف میں ہیں' اور ذرائع ابلاغ پر ان ہی کا پورے طور پر تسلط ہے' لیکن عنقریب یہود کے ان نازیبا تصرفات سے اس عالمی خطرے کا سراغ لگ جائے گا۔ خواہ اس کے تصرفات افراد کی طرف سے ہوں یا جماعتوں اور تنظیموں کی طرف سے' اور عنقریب یہ حرکتیں ثابت کر دیں گی کہ واقعی وہ "مغضوب علیہم" کا صحیح مصداق ہیں' اور انسان اور انسانیت کیلئے سب سے بڑا فتنہ اور خطرہ یہی ہیں۔

تحریر: شیخ حسین اختر لدھیانوی

آغا شورش کاشمیریؒ

مرحوم آغا شورش کاشمیری ۱۴ اگست ۱۹۱۷ء کو پیدا ہوئے یہ پہلی جنگ عظیم کا زمانہ تھا تحریک خلافت کے زمانے میں تو وہ بہت نو عمر تھے کشمیری النسل تھے ان کے پردادا سرینگر سے نقل وطن کر کے امرتسر چلے آئے تھے' دادا نے امرتسر سے کنارا کیا اور لاہور چلے آئے اور انار کلی بازار میں سڑک کے کنارے تنور لگالیا اس وقت انار کلی ایک چھوٹا سا بازار تھا۔ آغا شورش کاشمیری نے تعلیم دیو سماج ہائی اسکول میں میٹرک تک پائی آغا صاحب نے زندگی کے ابتدائی ایام اور نوجوانی اور جوانی کا عہد تنگ دستی اور مفلوک الحالی کے عالم میں ہی گزارا تھا ایک طرف غربت اور افلاس کا عفریت تھا تو دوسری طرف جیل خانوں کی صعوبتیں انہوں نے زندگی میں دکھوں تلخیوں اور مصائب کے سوا کچھ نہ دیکھا تھا آغا شورش کاشمیری ایک آتش بیاں مقرر عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار ہر جابر و ظالم سے بے زار' افق صحافت کا درخشندہ ستارہ' صاحب طرز ادیب و شاعر مجلس احرار اسلام نے جو آتش نوا مقرر پیدا کئے تھے ان میں آغا شورش کاشمیری ایک درخشندہ ستارہ تھے' مرحوم ایک بے باک نڈر حق گو اعلیٰ دانشور تھے جرات مندانہ خطیب تھے ان کی خطابت کی شیرینی سے ان کے سامعین اپنے دلوں میں حرارت جذبہ اور قوت محسوس کرتے تھے آغا شورش نے جہاں ختم نبوت کیلئے آخر دم تک جدوجہد کی وہاں انگریز سامراج کے جبرواستبداد اور استعماریت کے خلاف بڑے قلندرانہ انداز میں کام کیا شورش کی بہادری اس کی انگریز دشمنی ختم نبوت کے سلسلے میں جس بے باکی اور بے خوفی سے دن رات کام کیا بحیثیت عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم شورش کی ذات کے انکسار اور محبت کی مثال دینا مشکل ہے۔ آغا شورش کاشمیری نے چھوٹی عمر میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں بیماریاں کاٹیں لیکن ہمت نہ ہاری نہ کبھی اصولوں پر سمجھوتا کیا وہ عمر بھر پرورش لوح قلم کرتے رہے' قادیانیوں کے سلسلے میں انتہا پسند تھے مجموعی طور پر انہوں نے آزادی وطن برصغیر ہندو پاکستان کیلئے قید و بند صعوبتیں برداشت کیں' ان کی صحافتی نثر میں مولانا ابوالکلام آزاد کا رنگ تھا۔ آغا صاحب میں علامہ اقبالؒ کی خودی اور ابوالکلام آزادؒ کی انا بہت زیادہ تھی شورش آگ میں کود پڑنے کے جذبہ سے عبارت تھا' تحریک مسجد شہید گنج میں آپ نے سکندر حیات سے مطالبہ کیا کہ ہمیں مسجد واپس دلائیں ورنہ مستعفی ہو جائیں مسلمانوں میں جوش پھیلنے لگا آغا صاحب نے کہا کہ مسجد شہید گنج کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے یہ تقریر اتنی زوردار تھی کہ جلسہ گاہ نعروں سے گونج اٹھا تقریر سے متاثر ہو کر ایک ریٹائرڈ ڈی آئی جی ضیاء الدین احمد نے خان بہادر کا خطاب واپس کر دیا آخر کار پولیس شورش کو گرفتار کر کے لے گئی عید بھی جیل میں گزاری سینٹرل جیل میں مقدمہ چلایا گیا آغا شورش کو چار ماہ قید سخت کا حکم ہوا گجرات سے بھی دفعہ ۱۲۴ الف کے وارنٹ آگئے اور گجرات کی عدالت نے ایک سال کی سزا سنا دی شورش کاشمیری نے اپنی آتش بیانی سے آگ لگا دی لاہور پنجاب دہلی سے پشاور تک آغا کی زندگی کا ہر تیسرا دن جیل میں گزرا تھا دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی تو ہندوستانیوں کا خیال تھا کہ اب انگریزی حکومت پر ضرب لگانے کا بہترین وقت ہے آغا شورش کاشمیری کو مجلس احرار اسلام کا جنرل سیکریٹری چن لیا گیا مجلس احرار نے مطالبہ کیا کہ برطانیہ ہندوستان چھوڑ دے جنگ میں بھرتی دینے اور برطانیہ کی ہاں میں ہاں ملانے سے انکار کرے اب آغا شورش کو خطابت کا مظاہرہ کرنے کا پورا موقعہ مل گیا امرتسر اور لاہور میں لاکھوں کے جلسوں میں ایسی شعلہ نوا تقریریں کیں کہ سننے والے مبہوت ہوگئے امرتسر کے ایک جلسے میں شورش تقریر کرنے کیلئے کھڑے ہوئے تو مجمع کو سانپ سونگھ گیا انہوں نے الفاظ کے اسلحے سے انسانی عقلوں کو شکار کرنا شروع کر دیا لوگ اتنے جوش میں بھر گئے کہ آغا صاحب کے ہر اشارے پر عمل کرنے کو تیار تھے آغا صاحب بذات خود بھی اپنی خطابت سحر میں ڈوبے ہوئے تھے کہ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے انہیں اٹھ کر روک دیا کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا بس رک جاؤ یہی وہ جادو ہے جس سے عقلیں شکار ہوتی ہیں جلسہ برخاست کر دیا گیا آغا صاحب جلسہ سے جب دفتر پہنچے تو معلوم ہوا کہ پولیس تلاش میں ہے آغا صاحب لاہور روانہ ہوگئے دہلی دروازہ کے ایک لاکھ کے مجمع میں خطاب کیا وارنٹ نکل چکے تھے پولیس اور آغا شورش کاشمیری کے مابین آنکھ مچولی شروع ہو چکی تھی وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پھرتے رہے آخر کار ملتان پہنچ گئے وہاں ایک مشہور

چوک جو کہ ملتان کا دل ہے جو ایک بزرگ کی نسبت سے مشہور ہے جس کا نام چوک حسین آگاہی ہے یہاں پر ایک تاریخی مسجد سراجاں بھی ہے اس چوک پر جلسہ تھا آغا شورش تقریر کر رہے تھے کہ پولیس نے گھیر لیا ایس پی ایک انگریز افسر تھا جو انگریزوں کی توہین برداشت نہ کرسکا اور کسی نوٹس کے بغیر لاٹھی چارج شروع کردیا مجلس احرار کے کارکنوں اور عام مسلمانوں کو بری طرح مارا پیٹا آغا صاحب نکل سکتے تھے مگر وہ نہ نکلے انتظام تھا مگر آغا صاحب نے کہا کہ میں احرار کارکنوں اور عام مسلمانوں پر ظلم ہوتا چھوڑ کر نہیں جاؤں گا آپ کھڑے رہے پھر آغا صاحب کو اسٹیج پر سے ہی گرفتار کرلیا گیا' آغا صاحب کے ساتھ بھی کوئی رعایت نہیں کی گئی آغا صاحب کو اس بری طرح مارا پیٹا کہ قریب المرگ ہوگئے خود ان کے الفاظ میں پولیس نے حسین آگاہی سے لیکر تھانہ حرم گیٹ تک گھسیٹے گھسیٹے گھٹنوں اور کہنیوں سے خون جاری تھا تھانے لے گئے پیروں فقیروں اور اولیاء اللہ کے شہر میں اس بری طرح مارا پیٹا کہ ملتان کے درودیوار پناہ مانگ اٹھے ڈیفنس آف انڈیا رولز کے تحت سات برس قید سخت ہوئی اور ان کی سزا ۱۹۴۴ء میں ختم ہوئی آغا صاحب کی خطابت کا کمال یہ تھا کہ وہ حالات کے مطابق اور مجمع کے موڈ کو دیکھتے ہوئے ان کے دل کی بات کہتے اور انہیں اپنی انگلیوں پر نچاتے اور ان کے جذبات کو اپنی رو میں بہانے پر قدرت رکھتے تھے اگر یہ لوگ انگریز کے خلاف جنگ نہ لڑتے تو اس سرزمین پر آزادی کا سورج کبھی طلوع نہ ہوتا۔ آغا صاحب کی آواز میں وہ گھن گرج تھی کہ دشمن اسلام کانپ کانپ جاتے تھے اسے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور چودھری افضل حق مرحوم کی محبتیں میسر تھیں انہی محبتوں نے اس کی صلاحیتوں میں نکھار پیدا کیا انہیں فرنگی سامراج اور اس کے تخی ایجنٹ منکرین ختم نبوت قادیانی گروہ سے سخت نفرت تھی اور حقارت شورش کے رگ و ریشے میں بسی ہوئی تھی اس بین الاقوامی سازشی فتنے کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے میں کسی غرض سے شورش نے ہر قسم کے مصائب و ابتلاء کے باوجود شب و روز انتھک جدوجہد کی ۱۹۷۴ء کی تاریخ ساز تحریک ختم نبوت کے روح رواں آغا شورش ہی تھے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا قافلہ اپنی منزل پر پہنچ گیا ایک بار تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہر شعبہ حیات میں رہنمائی ہے یہ نہیں کہ ہم عقیدہ تو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کریں اور زندگی بسر کرنے کیلئے نئے نظام حکومت یا ضابطہ معاش کی بھیک کسی اور سے مانگیں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مذہب ہمارا اسلام معیشت سوشلزم اور سیاست جمہوریت ہے وہ گم کردہ راہ ہیں یا پھر دوسروں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں اور فریب نفس کا شکار ہیں مجموعہ اضداد ہیں زبان ان کی مسلمان ہے' دماغ یہودی' دل نصرانی ہے۔" آغا صاحب کو ہزاروں اردو فارسی اشعار یاد تھے جن کے برمحل استعمال سے وہ اپنی تقریر میں نگینے جڑتے چلے جاتے تھے اردو زبان نے مجلس احرار اسلام سے بڑے خطیب پیدا نہیں کئے ان میں جبر سہنے کا حوصلہ بھی تھا ان کا فلسفہ یہ تھا کہ ہار جانا کوئی چیز نہیں اصل بات لڑ جانا ہے اور اپنے موقف پر ڈٹ جانا۔ آغا شورش کاشمیری نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو شمع روشن کی ہے وہ ابد تک فروزاں رہے گی۔

قیام پاکستان کے بعد ہفت روزہ چٹان جاری کیا اور اپنی بے باکی اور شعلہ نوا شاعری قلم کی ضیاء پاشیوں' باطل شکن ضربات اور رنگینیوں سے بہت جلد اپنے لئے ایک امتیازی مقام پیدا کرلیا ان کی صحافت کا اسلوب بھی باغیانہ اور بے باک تھا' صحافتی حلقوں میں آغا شورش کے ساتھ ساتھ چٹان کا بھی بہت بلند مقام تھا اس کے سرورق پر ان کی نظمیں شائع ہوا کرتی تھیں' آغا شورش نے پاکستان بن جانے کے بعد ایسے اساسی نظریات کی مخالفت کرنے والوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ملک کی بقاء اور حفاظت کیلئے ایسے تمام دشمنوں سے جنگ لڑی خود پاکستان کے نظریہ پر عمل پیرا ہونے والوں نے بھی شاید قیام پاکستان کے بعد پاکستان کی اس شدومد کے سات حمایت نہ کی ہوگی۔ آغا صاحب صرف لاہور ہی کی رونق نہ تھے وہ پورے ملک کی رونق تھے ان جیسا اب کوئی خطیب ملنا مشکل ہے جہاں تک ان کے ایمان و ایقان کا تعلق ہے وہ مضبوط چٹان تھے ان کی جبلی صلاحیتیں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ' مولانا ظفر علی خان اور چودھری افضل حق' مولانا حبیب الرحمٰنؒ ایسے عبقری دماغوں کے حلقوں میں پروان چڑھی تھیں اگر ایک طرف نثر نگار تھے تو شاعر اور شعلہ نوا خطیب بھی' مرحوم محاذ آزادی کے ہراول دستے میں شامل تھے اور داد شجاعت دیتے رہے ان کی تقریر کی نوک پلک ان کی مترنم لفظوں کا زیروبم اور ان کا تاثر آفرین انداز تخاطب بڑے بڑے ادیبوں کو شرماتا تھا۔ ان کی زندگی کا اصل امتیاز سرکار دو عالم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا غلامانہ اور عاشقانہ تعلق تھا وہ اس دنیا سے جانے کے بعد بھی زندہ و جاوید ہیں ان کا نام آزادی صحافت سے خطابت اور شاعری کی سر گزشتوں میں سرعنوان بن کر چمکتا رہے گا آنے والی نسلیں ان کے کلام اور خطابت سے جذبات کی گرمی حاصل کریں گی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو شمع انہوں نے روشن کی ہے وہ ابد تک فروزاں رہے گی شورش علامہ محمد

باقی صفحہ ۲۲ پر

فرزندان دیوبند

علمی و عملی شخصیت مفتی اعظم

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ

طاہر بن کامل (ڈی آئی خان)

یوں تو دنیا میں بہت انسان آئے اور چلے گئے لیکن کچھ شخصیات ایسی بھی آئیں جو خود تو دنیا سے چلی گئیں لیکن اپنا نام و مشن چھوڑ گئے جو رہتی دنیا تک یاد کیا جائے گا اور ہر باطل کے مقابلہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ حق اور حق والوں کو پیدا فرمایا۔ حق والے کامیاب ہوگئے اور باطل کو شکست فاش ہوئی۔ حق والوں نے اپنے مال و جان کو تو قربان کردیا' لیکن ان کے پایہ استقلال میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی۔ جب انہی لوگوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا تو رب ذوالجلال نے فرمایا ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء اور انہی لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کا حکم فرمایا کہ جن کا تعلق اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے ساتھ ہو۔ انہی شخصیات میں ایک نامور شخصیت "مفتی اعظم مولانا مفتی کفایت اللہؒ" ہیں ان کے کچھ واقعات نذر قارئین کرتا ہوں:

پیدائش : مفتی صاحبؒ شاہجہان پور (روہیل کھنڈ یوپی) محلّہ ورگ زئی میں ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم : آپ نے پانچ سال کی عمر میں حافظ برکت اللہ صاحب کے مکتب شاہجہان پور میں اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ اس کے بعد اردو اور فارسی کی ابتدائی تعلیم حافظ نسیم اللہ کے مکتب واقع محلّہ ورگ زئی میں حاصل کی۔

مراد آباد میں مدرسہ شاہی کے مدرس اول حضرت مولانا عبدالعلیؒ میرٹھی تھے جو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے شاگرد تھے۔ آپ بعد میں دارالعلوم دیوبند میں شیخ الحدیث ہوگئے اور حضرت مفتی صاحبؒ نے دیوبند میں بھی شیخ الہندؒ کے زمانہ میں ان سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ : مدرسہ شاہی مراد آباد میں دو سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۳۱۲ھ حضرت مفتی صاحب' مولوی عبدالخالق اور مولوی عبدالمجید کے ساتھ دیوبند پہنچے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوگئے اس زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولوی محمد منیر صاحب تھے اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب صدر مدرس تھے۔

خصوصی رفقاء : آپ کے دور طالب علمی میں وہ حضرات علم حاصل کررہے تھے جو آگے چل کر علم و فضل کے آفتاب بن کر چمکے ان خصوصی رفقاء میں آپ کے ہم وطن ساتھی مولوی عبدالخالق اور مولوی عبدالمجید کے علاوہ یہ حضرات بھی تعلیم حاصل کررہے تھے:

(۱) حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ (۲) شیخ الاسلام مولانا حسین احمدؒ (۳) مولانا ضیاء الحق مدرس مدرسہ آئینہ وغیرہ

سلسلہ تدریس : آپ بائیس سال کی عمر میں ۱۳۱۵ھ میں دارالعلوم دیوبند کی تعلیم سے فارغ ہوگئے۔ مفتی صاحب دہلی آئے اور رفیق خاص مولوی امین الدین کے پاس ٹھہرے ان دنوں مولوی صاحب ایک مذہبی مدرسہ قائم کرنے کا ارادہ کررہے تھے اور مسجد چھتہ شاہ حسین چاؤڑی بازار دہلی میں قیام پذیر تھے۔

حضرت شیخ الہند سے عقیدت : سیاست میں حضرت مفتی صاحب شیخ الہندؒ کے ہم نوا تھے اپنے استاد سے آپ کا قلبی تعلق عشق کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ آپ نے اپنے مشہور قصیدہ "روض الریاحین" کے آخر میں حضرت شیخ الہندؒ کی تعریف میں ایک مستقل نظم لکھی۔ شیخ الہند کے بارے میں عربی اشعار جو تحریر فرمائے ان کا ترجمہ یہ ہے:

"خلق خدا کے محمود' نیک فضائل' حسین و جمیل اور صاحب اخلاق حمیدہ ہیں۔ میں آپ کی کس کس خصلت کی تعریف کروں آپ کے جملہ اوصاف احاطہ شمار سے متجاوز ہیں' آپ کے علم کی وسعت اور صفائی قلب میرے اس دعوے کی بہترین گواہ ہیں۔"

مورخہ ۱۷ر اکتوبر ۱۹۳۸ء کو قاہرہ میں جناب علی علویہ پاشا کی صدارت میں موتمر فلسطین منعقد ہوئی جس میں عالم اسلام کے ساڑھے تین ہزار نمائندے شریک ہوئے۔ جمعیت علماء ہند کی طرف سے ایک وفد بھیجا گیا جس کے نمائندے مندرجہ ذیل علماء کرام تھے:

حضرت مفتی (۱) کفایت اللہ (صدر)' (۲) مولانا عبدالحق مدنی (رکن)' (۳) مولانا محمد یوسف بنوری (رکن)

مصر کا سفر : حضرت مفتی صاحبؒ اپنے ارکان وفد کے ساتھ ۲۶ ستمبر ۳۸ء کو دہلی سے روانہ ہوئے اور ۶ر اکتوبر ۳۸ء کو قاہرہ پہنچ گئے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کا شاندار استقبال کیا گیا

مولانا محمد یوسف بنوری فرماتے ہیں کہ:

"ہم نے حضرت مفتی صاحب کے استقبال کا جو نظارہ قاہرہ میں دیکھا (ہمارے دل مسرت کی وجہ سے اچھل رہے تھے اور ہمارے سر فخر کی وجہ سے بلند ہورہے تھے) اتنا عظیم الشان استقبال دنیا کے کسی نمائندے کا نہیں کیا گیا۔ مفتی اکبر زندہ باد' ہندی وفد زندہ باد کے فلک بوس نعرے لگائے جارہے تھے ایک عظیم الشان جلوس کی صورت میں آپ کو قیام گاہ تک لے جایا گیا۔"

۷ر اکتوبر ۳۸ء شام ۵ بجے موتمر شروع ہوئی۔ اتنے بڑے اجلاس میں یہ شرف آپ کے حصہ میں آیا کہ صدر کے دائیں جانب جو کرسی تھی وہ آپ کے لئے مخصوص کی گئی سبجکٹ کمیٹی کے ارکان میں آپ کا نام سب سے پہلے رکھا گیا۔

علالت : حضرت مفتی صاحب" سفر مصر کے دوران جہاز ہی میں علیل ہوگئے تھے اور مصر پہنچ کر بھی شدید بخار میں مبتلا رہے۔ اسی لئے آپ بیماری کی وجہ سے موتمر فلسطین میں خود شریک نہیں ہوئے۔ حضرت مولانا عبدالحق مدنی نے موتمر میں آپ کا بیان پڑھا اور آپ کی نمائندگی کی۔

شیخ ازہر کی عیادت : حضرت مفتی صاحب کی علالت کے دوران شیخ ازہر علامہ مصطفیٰ المراغی کئی مرتبہ آپ کی عیادت کیلئے آپ کی قیام گاہ میں تشریف لائے۔ مصر میں شیخ الازہر کی پوزیشن مذہبی حیثیت سے شاہ مصر سے بڑھ کر ہے یعنی شیخ الازہر کی ملاقات کیلئے شاہ مصر خود ان کی خدمت میں جاتے ہیں اور شیخ الازہر کسی سے ملنے کیلئے کہیں تشریف نہیں لے جاتے۔ مگر وہ حضرت مفتی صاحب" کی علمی شخصیت سے اس قدر متاثر تھے کہ خود چل کر حضرت مفتی صاحب کی عیادت کیلئے آئے۔ یہ خاص امتیاز تھا جو انہوں نے حضرت مفتی صاحب کیلئے اختیار کیا۔

مصر سے واپسی : مصر سے واپسی سے ایک دو روز قبل آپ کا بخار اتر گیا تھا مگر نقاہت اور کمزوری بہت زیادہ تھی اسی لئے ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ جب تک مکمل طور پر صحت نہ ہو اس وقت تک آپ قاہرہ میں قیام کریں۔ مگر ہندوستان کے مشاغل اور دیگر مصروفیات کی وجہ سے مفتی صاحب" باوجود بیماری اور نقاہت کے پروگرام کے مطابق واپس تشریف لائے۔

فوٹو سے انکار : واپسی کے وقت کافی تعداد میں علماء و عمائدین مصر آپ کو رخصت کرنے کیلئے آئے۔ اس وقت مصر کے عمائدین نے فوٹو لینے کی خواہش کا اظہار کیا' مگر حضرت مفتی صاحب" نے فوٹو کھنچوانے سے انکار کردیا۔ چونکہ علماء مصر کا ایک طبقہ فوٹو کو جائز قرار دیتا ہے اسی لئے ان حضرات نے بحث شروع کردی علماء مصر کا نقطہ نگاہ یہ تھا کہ شریعت میں اس تصویر کی ممانعت ہے جو انسان خود اپنے ہاتھ سے بناتا ہے۔ جیسا کہ پہلے زمانے میں اور اب بھی مصوری کی جاتی ہے۔ مگر فوٹو میں یہ بات نہیں یہ تو صرف عکس ہوتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب" کی ان حضرات کی جو گفتگو ہوئی حضرت مولانا عبدالحق مدنی کے بیان کے مطابق اس کے الفاظ تھے:

علماء مصر : ممانعت تو صرف اس تصویر کی ہے جو انسان کے عمل اور ہاتھوں کی کاریگری سے ہو فوٹو میں تو کچھ نہیں پڑتا یہ تو صورت کا عکس ہوتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب : یہ عکس کیمرو لینس سے کاغذ پر کس طرح منتقل ہوتا ہے۔

علماء مصر : بہت کچھ کاریگری کرنا پڑتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب : انسان کے عمل' ہاتھوں کی کاریگری اور بہت کچھ کاریگری میں کیا فرق ہے؟

علماء مصر : کوئی فرق نہیں صرف الفاظ کا اختلاف ہے مفہوم ایک ہی ہے۔

حضرت مفتی صاحب : لہٰذا حکم بھی ایک ہے۔

علماء مصر حضرت مفتی صاحب کی حاضر جوابی اور صحیح جواب سے بے حد متاثر ہوئے اور کچھ ایسے خاموش ہوئے کہ کوئی جواب نہ دے سکے۔

بقیہ : شورش کاشمیری

اقبال" کے شیدائی تھے "فیضان اقبال" تحریر کرکے انہوں نے علامہ اقبال" سے اپنی عقیدت کا حق ادا کردیا جب مولانا ظفر علی خان اس دنیا سے رخصت ہوئے تو شورش نے سیاسی شاعری کی صورت میں ان روایات کو برقرار رکھا ابوالکلام آزاد" فوت ہوئے تو انہوں نے ان کے سوز و گداز کو زندہ رکھا امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری" رحلت کرگئے تو شورش کاشمیری" نے ان کی خطابت کا طنطنہ قائم رکھا شورش کاشمیری نے ان لوگوں کی کمی محسوس نہیں ہونے دی مگر جب وہ خود اس دنیا سے رخصت ہوئے تو یہ سب کچھ ختم ہوگیا ان کی موت ایک انجمن ایک دبستان ایک روایت اور ایک عہد کی موت ہے شاعر صحافی ادیب خطیب اب بھی موجود ہیں آئندہ بھی ہوں گے مگر شورش جیسا پھر نظر آجائے یہ بہت مشکل بلکہ ناممکن سا لگتا ہے۔ آپ زیادہ بیمار ہوئے تو ڈاکٹر افتخار احمد کراچی سے آئے ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ شورش کی حالت بگڑ گئی تھی انسانی بس میں جو ہو سکتا تھا ہم نے کیا' لیکن شاید شورش کو علم ہوچکا تھا کہ وہ اب اللہ سے جاملیں گے ہم دوائی دینے لگتے تو وہ کہتے ڈاکٹر صاحب آپ اپنی تسلی کیلئے ہی سب کچھ کررہے ہیں' لیکن میں تو اب چلا" نوابزادہ نصراللہ خان بھی پاس کھڑے تھے پھر انہوں نے کہا کہ "گواہ رہنا میں سچا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں" اللہ اور اس کے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرتے کرتے اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہم العالی کے خلفا کی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ:

اس ناکارہ نے جن حضرات کو خلافت و اجازت دی ہے' ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱ : ..... حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی مدظلہ العالی' شیخ الحدیث بنوری ٹاؤن کراچی۔

۲ : ..... حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ العالی' مہتمم بنوری ٹاؤن کراچی۔

۳ : ..... حضرت مولانا مفتی منیر احمد اخون مدظلہ العالی' ایڈیٹر ماہنامہ "نیاز" کراچی۔

۴ : ..... حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان مدظلہ العالی' روزنامہ "جنگ کراچی اقرا" کراچی۔

۵ : ..... حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری مدظلہ العالی' دفتر ختم نبوت کراچی۔

۶ : ..... حضرت مولانا منظور احمد الحسینی مدظلہ العالی' کنگسٹن مسجد' لندن۔

۷ : ..... حضرت مولانا محمد رب نواز جلال پوری مدظلہ العالی' رحمانیہ مسجد لطیف آباد ۵' حیدر آباد۔

۸ : ..... حضرت مولانا محمد سلیمان ہوشیار پوری (مرحوم)' ملتان۔

۹ : ..... حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ رحیمی (مرحوم)' ساہیوال۔

۱۰ : ..... حضرت مولانا قاری محمد یٰسین یوسفی مدظلہ العالی' دارالعلوم نانک واڑہ کراچی۔

۱۱ : ..... حضرت مولانا قاری محمد صدیق رحیمی مدظلہ العالی' چک نمبر ۳۳۵' ملتان۔

۱۲ : ..... حضرت مولانا محمد حسین حسین پوری مدظلہ العالی' چک نمبر ۳۳۵' ملتان۔

۱۳ : ..... حضرت مولانا قاری محمد عطاء اللہ مدظلہ العالی' چک نمبر ۳۳۵' ملتان۔

چند ضروری باتیں

جن حضرات کا اس ناکارہ سے بیعت کا تعلق ہے' اور خصوصاً جن حضرات کو اجازت و خلافت دی گئی ہے' ان کی خدمت میں چند باتیں عرض کرتا ہوں' جن کو ہمیشہ پیش نظر رکھا کریں :

۱ : ..... آدمی کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں' اس لئے کوشش کریں کہ ہر سانس کو دم آخریں اور دم واپسیں سمجھیں۔ دنیا کے کسی بڑے سے بڑے عہدہ اور مرتبہ پر ناز نہ کریں' بلکہ تمام دنیاوی مناصب کو ہیچ در ہیچ سمجھیں۔

۲ : ..... اپنے ذکر و شغل کی پابندی کریں اور معمولات پر مداومت کریں کہ اس کے بغیر آدمی کسی کام کا نہیں ہوتا۔

۳ : ..... خصوصیت کے ساتھ چار چیزوں کی پابندی فرمائیں :

الف : ..... تکبیر تحریمہ کا اہتمام' حتی الوسع تکبیر تحریمہ فوت نہیں ہونی چاہئے' اور سفر و حضر میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام کیا جائے۔

ب : ..... جو حضرات قرآن کریم کے حافظ ہیں' وہ تین پارہ روزانہ کی پابندی کریں' اور جو حافظ نہیں' وہ ایک پارہ روزانہ کی پابندی کریں۔ جس دن سے مہینہ شروع ہو' اسی دن سے ان کا قرآن مجید شروع ہو' اگر کوئی مہینہ ۲۹ دن کا ہو تو دو پارے پڑھ کر مہینہ کے شروع سے قرآن مجید شروع کر لیا کریں' اور قرآن مجید کی تلاوت اتنی دل جمعی کے ساتھ کریں کہ کھانا تو قضا ہو جائے' مگر قرآن مجید کی تلاوت قضا نہ ہو۔

ج : ..... "مناجات مقبول" کی ایک منزل روزانہ' اور اگر خدانخواستہ کسی دن قضا ہو جائے تو اگلے دن گزشتہ دن والی منزل بھی پوری کی جائے۔

د : ..... "ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم" اس ناکارہ کا درود شریف پر رسالہ ہے' اس کی روزانہ ایک منزل کی پابندی کی جائے۔

۴ : ..... امام غزالی رحمہ اللہ کا رسالہ "تبلیغ دین" اور حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ و ملفوظات ہمیشہ زیر مطالعہ رکھیں۔

۵ : ..... حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ابتدائی معمولات کے پندرہ نمبر وقتاً "فوقتاً" دیکھتے رہیں' اور ان پر پوری شدت اور سختی کے ساتھ عمل فرمائیں۔ (آخر میں منسلک ہیں)۔

۶ : ..... حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی "آپ بیتی" اور آپ کی فضائل اعمال سے متعلق کتابیں' اور "خصائل نبوی" کو ہمیشہ زیر مطالعہ رکھیں۔ "آپ بیتی" میں نسبت و اجازت کے بارے میں ایک بہت اہم مضمون مذکور ہے' حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ہمیشہ اس کو دیکھنے کی تاکید فرماتے تھے' اس کو ہمیشہ دیکھتے رہیں' یہاں تک کہ وہ ازبر ہو جائے۔

۷ : ..... بعض حضرات کے ناموں کے بارے میں مجھے تردد تھا' چونکہ کافی عرصہ سے ان سے رابطہ نہیں رہا' اور انہوں نے اپنے حالات نہیں لکھے' اس لئے مجازین کی فہرست میں ان کا نام نہیں دیا گیا۔ آئندہ جن حضرات کو مجازین تجویز کیا جائے گا' ان کا نام وقتاً" فوقتاً" شائع ہوتا رہے گا۔

۸ : ..... جمعہ کے دن بارہ بجے سے ایک بجے تک مسجد فلاح' نصیر آباد' فیڈرل بی ایریا' بلاک نمبر ۱۴' میں اس ناکارہ کا بیان ہوتا ہے' اس میں شرکت کی کوشش کیا کریں۔

۹ : ..... نیز مسجد فلاح' نصیر آباد' فیڈرل بی ایریا' بلاک ۱۴ میں جمعہ کو عشا کی نماز کے بعد اور پیر کو عشا کی نماز کے بعد اس ناکارہ کا درس حدیث ہوتا ہے' اس میں ضرور شرکت کیا کریں۔

۱۰ : ..... اسی مسجد میں جمعرات کو عصر کے بعد اصلاحی بیان ہوتا ہے' جو عموماً" حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی کتاب "تربیت السالک" کو دیکھ کر دیا جاتا ہے۔ تمام احباب سے درخواست ہے کہ اس میں شرکت کا اہتمام کیا کریں۔

۱۱ : ..... جو حضرات اس ناکارہ سے بیعت ہیں' خصوصاً" جو حضرات مدارس عربیہ میں زیر تعلیم ہیں' وہ ان حضرات' جن کا نام فہرست مجازین میں ذکر کیا گیا ہے' ان میں سے جس کے ساتھ مناسبت ہو' ان سے باقاعدہ تعلق رکھیں' چونکہ فتنوں کا زمانہ ہے' اور فتنوں سے حفاظت اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے رابطہ رکھا جائے۔ کبھی خود رائی سے کام نہ لیں' اور کبھی اپنے اکابر کے منشا کے خلاف کوئی کام نہ کریں۔

والسلام

محمد یوسف لدھیانوی عفا اللہ عنہ

قسط نمبر ۲

پچاس سالہ دینی تحریکات کا جائزہ

محمد فاروق قریشی

۳۰ مئی کو پنجاب اسمبلی میں اس واقعہ کی صدائے بازگشت سنی گئی کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ اس روز قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف مولانا مفتی محمود نے سانحہ ربوہ کے بارے میں آواز بلند کی وہ اس مسئلہ کو زیر بحث لانا چاہتے تھے لیکن وزیر تعلیم عبدالحفیظ پیرزادہ نے یہ استدلال پیش کیا کہ چونکہ امن و امان کا مسئلہ صوبائی نوعیت کا ہے اور یہ مسئلہ پنجاب اسمبلی میں زیر بحث لیا گیا ہے لہٰذا قومی اسمبلی میں ضرورت نہیں۔ ۳۰ مئی ۱۹۷۴ء کو ملک میں طلباء کے احتجاجی مظاہروں کے پیش نظر تمام تعلیمی ادارے بند کردیئے گئے۔ ۳۱ مئی کو وزیر اعلیٰ پنجاب جناب محمد حنیف رامے نے سانحہ ربوہ کی تحقیق کیلئے لاہور ہائی کورٹ کے جج جناب جسٹس کے ایم صمدانی پر مشتمل ٹریبونل کا اعلان کیا۔ صوبہ سرحد کی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد متفقہ طور پر منظور کرلی جبکہ صوبہ سندھ کی اسمبلی میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے درمیان اس مسئلہ پر سمجھوتہ ہوگیا۔ ۲۸ جون ۱۹۷۴ء کو پنجاب اسمبلی کے ستر ارکان نے قرارداد پیش کی لیکن اس وقت کے اسپیکر جناب شیخ رفیق احمد صاحب نے قرارداد خلاف ضابطہ قرار دے دی۔

سانحہ ربوہ کے فوری بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ فوری طور پر راولپنڈی تشریف لائے اور وہاں حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور دیگر علماء سے ملاقات کے بعد آل پارٹیز مجلس عمل کی تشکیل کیلئے راولپنڈی میں اجلاس طلب کیا لیکن عجلت میں بلائے گئے اس اجلاس میں بھرپور نمائندگی نہیں ہوسکی ویسے بھی کئی علماء کو راولپنڈی آتے ہوئے راستے میں گرفتار کرلیا گیا اس لئے فیصلہ ہوا کہ ۹ جون کو یہ اجلاس لاہور میں منعقد کیا جائے۔ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ میں چاروں صوبوں سے تمام مکاتب فکر کے ہزاروں علماء تشریف لائے ان کے نمائندگان کے اجلاس میں آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت قائم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ مجلس عمل میں شامل ۱۸ دینی و سیاسی جماعتوں نے اپنے دو دو نمائندے نامزد کئے مولانا محمد یوسف بنوریؒ کنوینر مقرر کئے گئے۔ بعد میں باقاعدہ انتخاب کے تحت مولانا بنوریؒ کو صدر اور علامہ سید محمود احمد رضوی صاحب کو سیکریٹری جنرل بنایا گیا۔ مولانا مفتی محمودؒ نے مرکزی مجلس عمل کا اجلاس ۲۸ جون کو اسلام آباد طلب کیا تاکہ باہمی مشورے سے قومی اسمبلی میں تحریک پیش کی جاسکے۔ مجلس عمل نے قوم سے قادیانیوں کے سوشل بائیکاٹ کی اپیل کی اور سب سے بڑھ کر دانشمندی کا مظاہرہ یہ کیا کہ علماء کرام اور زعماء ملت نے تحریک کو محض قادیانیت کے مسئلہ تک محدود رکھا اس کو اینٹی گورنمنٹ تحریک نہیں بنایا مجلس عمل نے حکومت کو ۳۰ جون تک کا نوٹس دیا کہ وہ قادیانیوں کے بارے میں اپنی پالیسی واضح کرے۔ ۳۰ جون کو قومی اسمبلی میں حزب اختلاف کی طرف سے مولانا شاہ احمد نورانی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کی۔ جبکہ حکمران جماعت پاکستان پیپلزپارٹی نے اس ضمن میں ایک تحریک پیش کی دونوں کو ایوان کی خاص کمیٹی کے سپرد کردیا۔ یکم جولائی کو وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو نے مسئلہ کی نزاکت کے پیش نظر ایک اعلیٰ سطحی اجلاس طلب کرلیا۔ تحریک کا مورال ایسا بن گیا تھا کہ ملک کا ہر باسی خود کو اس کا حصہ سمجھتا تھا اور پوری قوم نے قادیانیوں کا معاشرتی مقاطعہ کرکے ایک ملت واحدہ کا عملی نمونہ پیش کیا۔ لیکن قادیانیوں نے اپنی خاص حکمت عملی کے تحت اندرون ملک تمام قومی بینکوں سے اپنا سرمایہ نکلوا کر بیرون ملک یا غیر ملکی بینکوں میں منتقل کرانا شروع کردیا تاکہ ملک میں معاشی ابتری پیدا ہوسکے۔ ادھر لندن میں بیٹھے سابق وزیر خارجہ پاکستان ظفر اللہ خان حکومت پاکستان کو دھمکیاں دے رہے تھے:

"پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو اس فرقے کے لوگ بھرپور مزاحمت کریں گے اور کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔"

۲ جولائی ۱۹۷۴ء کو مرکزی مجلس عمل کا اجلاس راولپنڈی میں ہوا جس میں قومی اسمبلی میں قادیانیوں سے متعلق اپوزیشن کی پیش کردہ قرارداد پر اظہار اطمینان کیا گیا۔ ۲ جولائی کو ہفت روزہ چٹان لاہور' روزنامہ جسارت کراچی' اور ندائے بلوچستان' کوئٹہ پر پابندی لگادی گئی۔ آغا شورش کے پریس مسعود پرنٹرز کو ضبط کرلیا گیا اور ۶ جولائی کو آغا شورش کو بھی گرفتار کرلیا گیا۔ کراچی سے مدیر جسارت جناب صلاح الدین

صاحب کو گرفتار کرلیا گیا' حکومت کی طرف سے اخبارات و رسائل اور مدیران جرائد پر پابندی اور تعزیر کا کوئی استعمال نہیں کیا گیا بلکہ فرضی تنظیموں کی جانب سے مختلف اخبارات میں صدر مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے امیر اور عالم اسلام کے مایہ ناز عالم دین حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ سے متعلق انتہائی لچر الزامات پر مشتمل اشتہارات شائع کرائے گئے۔

۵ اور ۶ جولائی کے اخبارات میں یہ استفہامیہ اشتہارات شائع کرائے گئے جبکہ ۸ جولائی کے اخبارات میں وضاحتی اشتہار آیا۔ ۱۳ جولائی کو قومی اسمبلی کی رہبر کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ مولانا عبدالحق ایم این اے نے تمام اراکین اسمبلی سے اپیل کی کہ وہ اپنی سفارشات ۱۵ جولائی تک مکمل کرلیں۔ ۱۵ جولائی کو قومی اسمبلی نے رہبر کمیٹی کی سفارشات منظور کرلیں۔ ۲۰ جولائی کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کا اجلاس اڑھائی گھنٹہ جاری رہا' ۲۱ جولائی کو قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر کا بیان قلمبند کیا گیا اجلاس چھ گھنٹے تک جاری رہنے کے بعد ملتوی کردیا گیا۔ ۲۳ جولائی کو مرزا ناصر کا قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے سامنے محضر نامہ پڑھنے کا عمل مکمل ہوا جس کا جواب مرکزی مجلس عمل اور قومی اسمبلی میں موجود علماء کے مشورے سے مولانا مفتی محمودؒ نے دیا جسے "ملت اسلامیہ کا موقف" کے نام سے شائع کرانے کے بعد اراکین اسمبلی میں تقسیم کیا گیا۔ لاہوری گروپ کے محضرنامے کا جواب مولانا غلام غوث ہزاروی نے دیا۔ مرزا ناصر احمد قادیانی اور جناب صدر الدین لاہوری پر دو مرزائی سربراہوں پر قومی اسمبلی میں ۱۳ دن جرح ہوئی اور انصاف کے تمام تقاضے پورے کئے گئے۔ قادیانی اور لاہوری جماعت کے سربراہوں کے مفصل بیانات اور ان پر علماء کی طرف سے کی گئی جرح اور اٹارنی جنرل آف پاکستان جناب یحیٰ بختیار کے وضاحتی نوٹس کے دوران قادیانی مسئلہ کا ایک ایک گوشہ اراکین اسمبلی کے سامنے واضح ہوگیا ورنہ اس سے قبل ان میں اکثر ارکان اس مسئلہ کو محض علماء کی فرقہ واریت سے تعبیر کرتے تھے۔ قادیانی اور لاہوری دونوں جماعتوں کے سربراہوں کے مفصل بیانات اور ان پر کی گئی جرح کے دوران ان کے دلائل سے عاجزی ارکان پارلیمنٹ کے سامنے ان کے عقیدہ اور نظریہ کی فکری اور علمی کمزوری کے مترادف تھے لہٰذا انہیں فیصلہ تک پہنچنے کیلئے زیادہ وقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ وزیر اعظم پاکستان بہر طور اس مسئلہ کے حل میں دلچسپی رکھتے تھے' جب انہوں نے اس فیصلہ کی تاریخ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء مقرر کی تو قوم کی نگاہیں ۷ ستمبر اس یوم سعید پر مرکوز ہوکر رہ گئیں۔

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء ملت اسلامیہ کی تاریخ کا وہ سنہری اور ناقابل فراموش دن ہے جب پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا تاریخی فیصلہ سنایا' اور دستور میں ترمیم کے ذریعہ مسلمان کی تعریف ختم نبوت پر ایمان اور قادیانی سے برات کو شامل کیا۔ پاکستان کی تاریخ میں یہ تحریک بے مثال اور شاندار تھی جب تمام کلمہ گو مختلف و مکاتب فکر سے وابستگی کے باوجود ایک لڑی میں پروئے ہوئے دانوں کی مانند متحد و یکجا نظر آئے تھے' ان میں کوئی اختلاف' تعصب اور فساد نہیں تھا وہ کسی علاقے میں رہتے' کوئی زبان بولتے مگر ختم نبوت کے عقیدے نے ان سب کو ایک بنادیا تھا۔ علماء اور عوام کے بے مثال اتحاد' مجلس عمل کے مثالی نظم و ضبط نوجوانوں کی شاندار قربانیوں موقف کی سچائی اور علماء کی پر خلوص قیادت اور اراکین اسمبلی کے قابل فخر کردار کی بدولت ملت اسلامیہ کا ایک لاینحل مسئلہ حل ہوگیا۔ اس میں پاکستان پیپلزپارٹی اور خصوصاً "وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے روییے کی داد نہ دینا صریح زیادتی ہوگی کیونکہ اگر وہ سابقہ حکمرانوں کی روش کے مطابق ضد اور ہٹ دھرمی کی رہ اپناتے تو نہ صرف یہ کہ مسئلہ حل نہ ہوتا بلکہ ملک میں تشدد کا ایسا بازار گرم ہوتا کہ قوم جلیانوالہ باغ اور ۱۹۵۳ء کی تحریک کو بھول جاتے۔ تحریک کی کامیابی کا سب سے بڑا عنصر یہ ہے کہ اس سے قبل جتنی تحریکیں چلیں ان میں عوام کی قربانی اور علماء کی جدوجہد اور خلوص میں کمی نہیں تھی۔ خصوصاً "۱۹۵۳ء کی تحریک میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا ابوالحسنات' مولانا مودودی اور مولانا عبدالستار نیازی کی بے مثال قربانیاں موجود تھیں اور ہزاروں مسلمان شہید کئے گئے لیکن مسئلہ اس لئے حل نہ ہوسکا کہ علماء کی سیاسی قوت نہ تھی' جبکہ ۱۹۷۴ء میں علماء کی ایک دوسری قوت پارلیمنٹ میں موجود تھی۔ پاکستان کی نصف صدی کی تاریخ میں بہت سی تحریکیں ناقابل فراموش ہیں ان میں سے ہر ایک تحریک کا اپنا خصوصی مزاج اور تموج تھا لیکن تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے بعد ۱۹۷۷ء میں شروع ہونے والی تحریک نظام مصطفیٰ ایسی تحریک ہے جس کی مثال اس سے قبل نہیں ملتی اس تحریک نے واقعتاً" ملی تاریخ میں انمٹ نقوش ثبت کئے ہیں

بقیہ : قبول اسلام

یوسی دوست عثمان کے جسم کو غسل دیا جارہا تھا میں نے عین اسی وقت کلمہ شہادت پڑھ کر اپنے اسلام کا اعلان کردیا۔ اس لمحے میری زندگی یکسر تبدیل ہوگئی تھی۔ اسلام نے مجھے بدل دیا تھا' اسلام قبول کرنے کے بعد بوسنیا ہی نہیں میرے اندر دنیا کے مسلمانوں کی مدد کا بے پناہ جذبہ پیدا ہوگیا اس لئے کہ وہ سب میرے بھائی ہیں اور اسلامی اخوت عالمگیر ہے۔

عالمِ اسلام کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب

ثبوت حاضر ہیں!

قادیانیوں کے بدترین کفریہ عقائد و عزائم پر مبنی عکسی شہادتیں

ترتیب و تحقیق

محمد متین خالد

یہ ایک ایسی تاریخی و تحقیقی کتاب ہے

- جو قادیانیوں کی اسلام کے خلاف ہرزہ سرائیوں اور گستاخیوں کے مستند دستاویزی ثبوت لیے ہوئے ہے۔
- جسے دس سال کی شبانہ روز انتھک محنت کے بعد مکمل کیا گیا ہے
- جس میں قادیانی کتب اور اخبارات و رسائل کے 50 ہزار سے زائد صفحات کھنگالنے کے بعد قادیانیوں کے مذموم عقائد و عزائم کے تحریری ثبوت یکجا کردیے گئے ہیں۔
- جس کے مطالعے سے ہر قادیانی اپنے عقائد کی سچی اور بھیانک تصویر دیکھ کر راہ ہدایت پاسکتا ہے۔
- جو سادہ لوح مسلمانوں کو فتنۂ ارتداد سے بچانے کے لیے ایک مؤثر ہتھیار ثابت ہوسکتی ہے۔
- جس کا مطالعہ علماء، خطباء، وکلاء، اساتذہ اور طلباء کو فتنۂ قادیانیت کے خلاف مضبوط دلائل اور ٹھوس معلومات کا ذخیرہ فراہم کرے گا۔
- جسے قادیانیت کے خلاف ہر عدالتی مقدمہ، بحث اور مناظرہ میں مستند حوالے کی حیثیت سے پیش کیا جاسکتا ہے۔
- جسے تمام مکاتیب فکر کے جید علماء کرام اور نامور اہل علم و دانش کی خواہش او سرپرستی میں تیار کیا گیا۔

ہوشربا انکشافات

حیرت انگیز معلومات

سنسنی خیز واقعات

سارے راز بے نقاب

ناقابلِ تردید حقائق

بند کتابوں کی کھلی کہانی

قادیانیت پر مکمل انسائیکلوپیڈیا

ہر گھر اور لائبریری کی ضرورت

دیباچہ نگار

حضرت خواجہ خان محمد امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان • حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہٗ نائب امیر • حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری ناظم اعلیٰ • حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہٗ ایڈیٹر ختم نبوت کراچی انٹرنیشنل • جناب جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری سپریم کورٹ آف پاکستان • جناب مجید نظامی چیف ایڈیٹر روزنامہ نوائے وقت • ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل حمید گل سابق سربراہ آئی ایس آئی • پروفیسر محمد سلیم مدیر سرراہے روزنامہ نوائے وقت:

کمپیوٹر کتابت • بہترین کاغذ • دیدہ زیب طباعت • مضبوط جلد • جدید ڈیزائننگ • چار رنگا انتہائی خوبصورت ٹائیٹل • صفحات: 864 قیمت/300 روپے • جماعتی کارکنوں کے لیے خصوصی رعایت "قیمت صرف 200 روپے مع 20 روپے ڈاک خرچ (ترسیل بذریعہ منی آرڈر، وی پی ہرگز نہ ہوگی)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
حضوری باغ روڈ ملتان ☎ 514122

مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور
فون 7237500

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دار المبلغین کے زیر اہتمام

سالانہ ردِ قادیانیت و عیسائیت کورس

11 تا 29 دسمبر

۱۰ تا ۲۸ شعبان المعظم

بمقام مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی صدیق آباد (ربوہ)

خدا بخش

محمد اسماعیل

طارق محمود

جمال اللہ

حفیظ الرحمن

محمد متین خالد

محمد اکرم طوفانی

محمد یوسف لدھیانوی

محمد امین صفدر

بشیر احمد

طاہر رزاق

اشتیاق

اللہ وسایا

زاہد الراشدی

عبد اللطیف مسعود

درخواستیں

(حضرت مولانا) عزیز الرحمن جالندھری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

پاکستان 061-514122